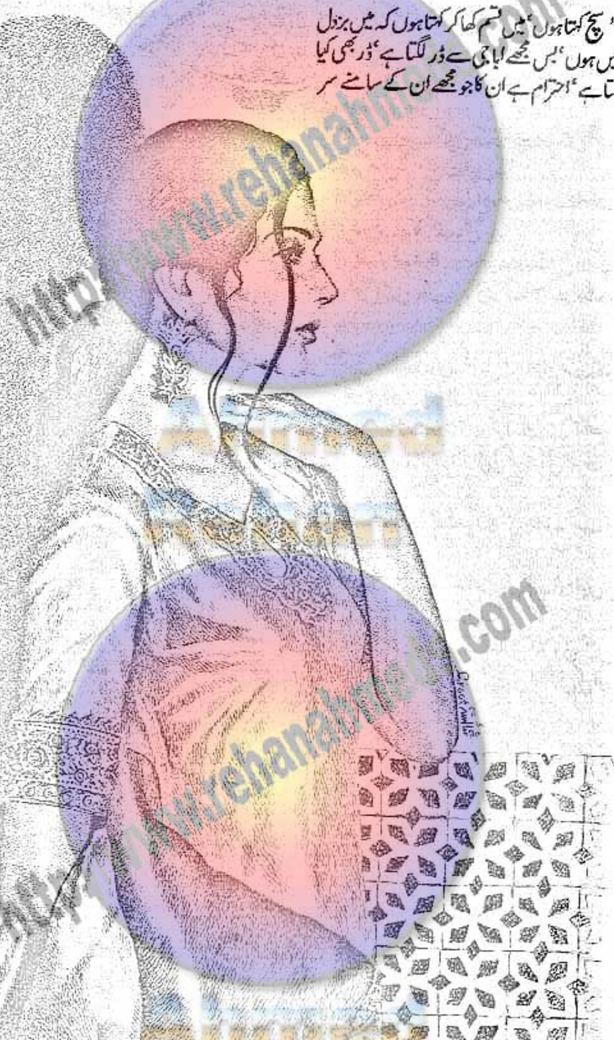
ناولٹ

"سچ کہتا ہوں، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں بزدل نہیں ہوں، بس مجھے ابا جی سے ڈر لگتا ہے، ڈر بھی کیا لگتا ہے، احترام ہے ان کا جو مجھے ان کے سامنے سر



اٹھانے' دل کی بات کہنے سے روک دیتا ہے' ورنہ دوستو! تم تو جانتے ہو' میں کتنا بے باک' کس قدر دلیر اور منہ پھٹ ہوں اصولوں کے آگے تو میں نے آج تک سودے بازی نہیں کی۔ میں تو دوسروں کی ہمدردی میں بھی ڈٹ جایا کرتا ہوں' یہ تو میرا اپنا معاملہ ہے صرف اپنا ہی نہیں' میرے دل کا معاملہ ہے۔"

ابھی ابھی زلفی نے اپنی جتنی بھی خوبیاں بیان کی تھیں' تینوں دوستوں کو اس سے ہرگز اتفاق نہیں تھا مگر اس وقت زلفی کی جذباتی کیفیت کا خیال کرکے کسی نے اختلاف کی کوشش نہیں کی۔

"وہ کہتی ہے ہم نہ ملے تو زہر کھالوں گی اور میں جانتا ہوں' وہ میری ہی طرح جذباتی بھی ہے اور میری ہی طرح دلیر بھی' سچ بولنا اس کا بھی شیوہ ہے اور میرا تو یہ سوچ کر ہی دل ڈوب جاتا ہے کہ وہ.....وہ۔"

اس سے آگے آواز بھرا گئی زلفی کچھ کہہ نہیں سکا ۔ تینوں نے منہ لٹکا کر اس کی جذباتی کیفیت کا ساتھ دیا۔ چاروں خاموش تھے۔ کمرے میں صرف اسفند کے ہلکے ہلکے خراٹے گونج رہے تھے۔

جب زلفی نے بات شروع کی تب اس نے سنگل بیڈ پر بیٹھے عطا کی گود میں سر رکھا تھا۔ یہ خیال کسی کو نہیں آیا کہ نیت سوجانے کی ہے۔ زلفی کی بات لمبی ہو گئی اور انہیں پتا بھی نہیں چلا کب وہ سو گیا۔

کچھ دیر بعد زلفی نے جذبات پر قابو پا کر سر اٹھایا۔ تینوں کو سر جھکا کر اداس بیٹھے دیکھا۔ ناراضی سے منہ بنایا اور بولا۔

"میں نے تم لوگوں کو پوز دینے کے لیے نہیں بلایا' مجھے کوئی مناسب مشورہ دو۔"

"میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا یار! کیا مشورہ دوں ۔ ایک طرف تم دونوں کی محبت ہے۔ دوسری طرف تمہارے ابا جی یعنی چاچا جی ہیں جن سے مجھے آج تک کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ انہوں نے مجھے صرف تمہارا دوست ہی نہیں سمجھا۔ اپنا بیٹا بھی سمجھا ہے۔ جب بھی تمہارے گھر آیا' بڑی ہی محبت سے پیش آئے۔ مجھے یاد ہے' ایک مرتبہ بچپن میں' میں گلی میں کھیل رہا تھا۔ گرمی کا موسم تھا۔ گلی سنسان تھی۔ تمہارے ابا ادھر آنکلے۔"

"یہ ابا نامہ بند کرو۔"

زلفی نے ڈپٹ کر کہا اور طارق مزید ایک بھی لفظ کہے بغیر خاموش ہو گیا۔

"تم سب میرے بچپن کے دوست ہو۔ میں تم سے اپنا دکھ نہ کہوں تو کس سے کہوں۔"

ڈائیلاگ بولتے ہوئے نگاہ سوئے ہوئے اسفند پر جا پڑی اور چہرے کا رنگ بدل گیا۔

"دیکھو' دیکھو ذرا اسے۔ ایسے ہوتے ہیں دوست! میں مشکل میں ہوں۔ یہ نیند کے مزے لوٹ رہا ہے۔"

"کہاں لوٹ رہا ہوں۔ فضول میں الزام مت لگاؤ۔ لوٹ مار کبھی بھی میرا مشغلہ نہیں رہا۔"

اس کی دھاڑ سے متاثر ہو کر اسفند نے آنکھیں کھولیں اور ایک بھرپور انگڑائی لی مگر پھر بھی سر عطا کی گود میں ہی رہا۔

"جاگ گئے ہو تو اب یہ کدو بھی ہٹالو۔ تھک گیا ہوں میں۔"

"کچھ تو احساس کرو۔ تھکا ہوا ہوں' اب دوستوں کی گود بھی میسر نہ ہو تو کہاں جاؤں۔"

"یہ گود دوست کی ہے۔ تمہاری اماں کی نہیں ہے۔" عطا نے اسے پرے دھکیلنے کی کوشش کی اور ناکام رہا۔

•

"اسفند! تم ہمیشہ سے ایسے ہو' جہاں کوئی کام کی بات ہو رہی ہوتی ہے' اپنا فساد بپا کر دیتے ہو۔"

پتا نہیں کب کا گلہ تھا جو آج زلفی کی زبان پر آگیا۔ جبکہ باقی تینوں نے ہاں میں ہاں نہیں ملائی۔

"کام کی بات! اچھا تو کام کی بات ہو رہی تھی۔" وہ بڑے جوش سے اٹھ بیٹھا۔ بیڈ نے زبردست احتجاج کیا۔

"یا اللہ۔ میرے اکلوتے بیڈ کی خیر۔ اسفند! تم ادھر کارپٹ پر آکر بیٹھو۔" اصغر نے سہم کر اپنے پرانے سے خستہ حال بیڈ کو دیکھا۔

"کارپٹ پر؟" اسفند نے ایک نظر جائزہ لیا پھر نفی میں سرہلاتے ہوئے بولا۔

"ہر طرف تو مونگ پھلیوں کے چھلکے ہیں۔ میں کوئی گلہری نہیں ہوں جو یہ چھلکے دیکھ کر لپک کر آؤں اور ان میں سے دانہ تلاش کروں۔"

"کاش تم گلہری ہوتے اور ہمارے ٹولے میں رہنے کے بجائے نانی کے گھر لگے جامن کے درخت پر رہتے۔"

"اتنا جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے، تم یہ بھی بھول گئے ہو' جامن میری نہیں تمہاری کمزوری ہے اور میں نے اللہ میاں سے تمہارے لیے جب بھی دعا کی ہے یہی کی ہے کہ اگر غلطی سے تم جنت میں بھیج دیے جاؤ تو تمہیں جامنی کلر کی خلعت عطا کی جائے اور صبح دوپہر شام فرشتے تمہیں جامن کا شربت پلائیں۔"

"خیر۔ مجھے تمہاری دعاؤں' بد دعاؤں سے کوئی مطلب نہیں۔ پورا یقین ہے کہ یہ قبول ہو ہی نہیں سکتیں۔"

"جناب جی۔ اللہ میاں تمہاری دادی والا مزاج نہیں رکھتے کہ جو اچھا لگا' اُسے کھلا کھلا کر بیمار کر دیا جو پسند نہیں۔ وہ بھوک سے بلکتا رہے پروا نہیں۔"

"میری مرحومہ دادی کے بارے میں بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

زلفی کو دادی سے خاصی محبت تھی اور اس کی وجہ دادی کا جانبدارانہ رویہ تھا۔ تین بیٹوں کے بچوں میں صرف زلفی پسند تھا' وجہ یہ کہ سب کہتے تھے وہ ہو بہو دادی کی صورت چرالایا ہے۔

"یہ تمہارے عشق کے بیچ میں مرحومہ دادی کہاں سے آگئیں؟" اصغر نے جھلا کر کہا۔

"سارا قصور اس اسفند کے بچے کا ہے ہمیں تو اس دن کو روتا ہوں' جس دن اس سے دوستی کی تھی۔"

جواب میں اسفند نے کچھ ایسی ہنسی کا مظاہرہ کیا جس نے زلفی کو آگ ہی تو لگا دی۔

"یہ تیری منحوس ہنسی۔ اسفند! بند کر لو اپنا منہ' ورنہ میں کچھ کر بیٹھوں گا۔"

"کچھ کر بیٹھو گے یعنی ابھی یہ بھی واضح نہیں ہے' کیا کر بیٹھو گے۔"

"مجھ سے پوچھو' میں بتاتا ہوں' مرلی چوہے! اس طنزیہ ہنسی کی وجہ سے جوش میں آؤ اور پنکی سے نکاح کر آؤ۔ شاباش دینے والوں میں' میں پیش پیش ہوں گا۔"

"ہاں اور جب میرے ابا چھری لے کر میری گردن پر پھیرنے کو آئیں گے تو مجھے زمین پر لٹانے والوں میں بھی تو ہی پیش پیش ہو گا۔"

"یہ تو تمہارا حسنِ ظن ہے پیارے!" اسفند اب عطا کی گود کے بجائے بیڈ پر دراز ہوا تھا۔

"میری اماں' خالہ کے گھر سے واپس آنے والی ہیں۔ اب تم سب دفع ہو جاؤ تو بہتر ہے۔"

اصغر نے منٹوں میں گندے ہو جانے والے کمرے کو غصے اور بیزاری سے دیکھتے ہوئے ان سب کو مخاطب کیا۔

"ہائے! تمہاری اماں آنے والی ہیں۔ میں تو چلوں۔" عطا جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹھو یار! بزرگوں کی باتوں کا کبھی برا نہیں مانا کرتے۔" اسفند نے بازو سے تھام کر پھر کھینچ لیا۔

"تم نے بیٹھنا ہے تو بیٹھو۔ میرا بازو چھوڑو۔"

"اکیلا بیٹھ کر میں کیا کروں گا۔"

"زلفی! تم ذرا اندر سے جھاڑو اٹھا کر لاؤ اور میرے کمرے میں لگاؤ۔"

"کیا؟ کیوں ان سارے چماروں میں تمہیں میں ہی نیچ ذات لگا ہوں۔" زلفی دھاڑنے کی کوشش کے بعد کھانسنے لگا تھا۔

"سب سے زیادہ مونگ پھلیاں تم نے کھائی تھیں۔" اسفند نیم وا آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تمہیں کیا پتا تم تو سو رہے تھے۔"

"سویا تو میں تب تھا جب تمہاری داستانِ خبیث اسٹارٹ ہوئی تھی۔"
"دیکھو دیکھو' یہ میرے بارے میں کیا کہہ رہا ہے۔ بس آج سے تیری میری دوستی ختم' بات نہ کرنا مجھ سے۔"
عطا' یار! سمجھاؤ زلفی کو۔ یاد دلاؤ اسے آج تک اس کے سارے مسئلے میں نے ہی نبٹائے ہیں۔ مجھ سے ناراض ہوا تو پھر آخری سانس تک پینی کو روئے گا۔"
"خبیث! خبیث!" زلفی بس اتنا ہی کہہ سکا کہ اسفی نے جو بھی کہا تھا سچ تھا۔
"کس قدر گدھا الو ہے یہ اصغر گھر بلا کر مونگ پھلیوں پر ٹرخا دیا۔ چائے تک نہیں پوچھی۔" طارق کو اچانک دکھوں نے گھیر لیا۔
"یاد رہے' مونگ پھلیاں اس اسفند کے بچے نے کچن کی الماری سے اٹھالی تھیں۔ میں نے کسی کو نہیں دیں۔ اب اماں آکر میرے کمرے میں چھلکے بکھرے دیکھیں گی تو مجھے بھی مونگ پھلی کی طرح چبا جائیں گی۔"
"آہ کتنا آرام دہ بستر ہے' میں تو آج یہیں سوؤں گا۔ میرے گھر پیغام دے آنا۔" اسفند نے زوردار انگڑائی لی۔ بیڈ بری طرح چرچرایا۔ اصغر نے دل پر ہاتھ رکھ لیا۔
"کمینے! آہستہ آرام سے' یہ میری ماں کے جہیز کا ہے۔ انہیں مجھ سے بھی زیادہ پیارا ہے۔"
"پھر تو آج تمہارے اس رقیب کو جہنم رسید ہو جانا چاہیے۔"
ایک اور انگڑائی اور اصغر نے عطا اور زلفی کی مدد سے اسے اٹھا کر کارپٹ پر پٹخ دیا جبکہ طارق ٹی وی پر آنے والا ایک نیا گانا دیکھنے لگا تھا۔
"یار اسفی! تو بہت ہی ڈھیٹ ہے' بس پتا نہیں تیری تعریف میں الفاظ ہی نہیں ملتے' بس تو جو کچھ بھی ہے' جا اب یہاں سے۔"
"اوئے! میرے پیارے یار کو ایسے تو نہ بول۔"
اصغر کی بیزاری پر عطا کی محبت نے جوش مارا اور اس نے اسفند کو جپھی مار لی۔
"اور کیا اگر ہم تیرے گھر اکٹھے ہو گئے تو تجھے شکر گزار ہونا چاہیے۔ الٹا سر پر چڑھ رہا ہے۔" طارق بھی ٹی وی چھوڑ کر متوجہ ہوا۔
"دیکھا' میسنا خود کیسے چپ معصوم شکل بنا کر بیٹھا ہے۔" زلفی کو ہنسی آ گئی۔
"چل نا اصغر! ورنہ کر' چائے بنا کر لا۔" عطا نے لاڈ سے فرمائش کی۔
"سب کے سب بھوکے' ندیدے' کمینے۔" وہ بڑبڑاتا ہوا چل پڑا۔
"ساتھ میں کوکونٹ بسکٹ بھی لے آنا جو تمہاری اماں' ہماری خالہ شہر کی سب سے اچھی بیکری سے لاتی ہیں۔" کورس کے انداز میں فرمائش ہوئی۔
اور واقعی چائے کے ساتھ بسکٹ بھی تھے۔
"کیا خیال ہے رات کا کھانا عطا کے گھر نہ کھایا جائے۔" چائے کے دوران طارق نے کہا۔
"آجاؤ مسور کی دال چڑھائی ہے میری اماں نے۔"
"اچھا پھر زلفی کے گھر چلتے ہیں۔"
"آج تیسرا دن ہے۔ تم سب روز شام کو میرے گھر پہنچ جاتے ہو میری ماں میں اتنا صبر نہیں ہے۔"
"جس دن صبر ختم ہو گیا' ہم دوسرا گھر دیکھ لیں گے۔" اسفند نے شانے اچکائے۔
"تم چپ رہو۔ ابھی میرا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔" زلفی نے اطلاع دی۔



سب زلفی کے گھر پہنچے تھے۔ زلفی ڈر رہا تھا۔ دروازہ کھلا تھا مگر وہ اندر جانے کو تیار نہیں تھا۔ اسفند نے اچانک دھکا دیا اور وہ صحن میں جا گرا۔
"یا اللہ خیر۔" کہتی اس کی اماں سارے محلے کی پھوپھی چھوٹے سے صحن میں نکلیں۔ زلفی کو منہ کے بل پایا۔
"آ گیا میرا لال' دوست بھی ساتھ ہوں گے۔" دوپٹے کے پلو سے ہاتھ پونچھتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

"مم' میں نے تو منع کیا تھا اماں! کہتے ہیں' پھوپھی کے ہاتھ میں ذائقہ بہت ہے۔" زلفی نے تھوک نگل کر ماں کو خوش کرنے کو بات بنائی۔

"ہاں ہاں آجائیں سب' او لڑکو! باہر کیوں کھڑے ہو۔"

زلفی خوش ہوگیا کہ بات بن گئی۔ ماں کو خوشامد بھا گئی۔

"سلام پھوپھی!" سب کے منہ دروازے سے جھانکنے لگے۔

"آؤ آؤ بچو! مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔"

"ہائیں! واقعی۔" سب بے ہوش ہونے کو تھے سوائے اسفند کے۔

جب پھوپھی ان سب کی بلائیں لے رہی تھی۔ وہ جھکے سے کچن میں آگیا۔ ادھر ادھر نظر دوڑائی۔ کوکر' پتیلیاں سب خالی۔ ہاں پرات میں آٹا گوندھ کر رکھا تھا اور ایک بڑا سا پیالہ چٹنی پیس کر رکھی ہوئی تھی۔

"اوہ پھوپھی! تم زلفی کی سگی ماں ہو یقین نہیں آتا' واہ کتنی ذہین خاتون ہو تم۔" فریج کا جائزہ لیا۔ چھوٹے سے ڈونگے میں مرغی پکا کر رکھی ہوئی تھی۔ ڈونگہ اٹھایا اور ساتھ ہی زلفی کے کمرے میں جا کر چھپا دیا۔ پھوپھی سے سلام دعا کے بعد سب اسی کمرے میں آ بیٹھے۔

"ہیٹر تو آن کرو۔ سردی لگ رہی ہے۔" طارق نے کمبل کھول کر بستر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اماں کہتی ہے۔ سر شام ہیٹر مت لگایا کرو۔" زلفی نے دھیرے سے یاد دلایا۔

"پتا ہے' مگر یاد کرو۔ ہم روزانہ ہی آکر ہیٹر لگاتے ہیں۔"

"ہاں ڈھیٹ اور بے ادب جو ہوئے۔ مجھے بھی اپنے جیسا بنا دیا ہے۔ اچھا بھلا میں باادب لڑکا ہوا کرتا تھا۔"

"تم اب بھی باادب ہو اگر چینی والا باب بند کردو۔" اسفند نے ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر شاہانہ انداز میں اطلاع دی۔

"میرا دل بند ہو سکتا ہے' یہ باب نہیں۔" چھاتی پھلا کر اطلاع دی۔

"اسفند! یہ تمہارا پاؤں کیوں مسلسل حرکت کررہا ہے۔ ایسا تم تب کرتے ہو جب کوئی کارنامہ انجام دیتے ہو۔ اب کیا کیا ہے؟"

عطا کو اس کی عادت کا اچھی طرح علم تھا' وہ بائیں ٹانگ پر دائیں جمائے بیٹھا تھا اور دایاں پاؤں یوں ہلا رہا تھا جیسے موسیقی کا پروگرام دیکھ کر محظوظ ہو رہا ہو۔

"عطا! تمہاری ذہانت پر طارق' زلفی اور اصغر تینوں قربان۔" اس نے مسکرا کر پیار سے عطا کو دیکھا۔

"آپ تینوں آج پھر آگئے۔" زلفی کی چودہ پندرہ سالہ موٹی بہن آسیہ نے کمرے میں جھانکا۔

"آؤ موٹی! کیا حال ہے؟"

"سفی بھائی! مجھے موٹی نہ کہا کریں' مجھے اچھا نہیں لگتا۔" اس نے ناک سکیڑی۔

"تمہارا موٹاپا بھی کسی کو اچھا نہیں لگتا۔ اسے دور کرلو کوئی موٹی نہیں کہے گا۔"

"اوہ یاد آیا۔ اسفی بھائی! آپ سے تو مجھے کام تھا۔" آسیہ کا انداز بچوں جیسا ہوا کرتا تھا۔

"چل بھاگ یہاں سے۔ خبردار جو ادھر آئی۔" زلفی نے رعب جمایا۔

"رہنے دے یار! کیوں سارا غصہ اس پر نکالتا ہے۔" طارق نے زلفی کو ڈانٹا۔

"نہیں بھائی اسفند! کرو گے ناں میرا کام؟"

"کیا کسی ظالم ٹیچر کا ٹرانسفر کروانا ہے' کسی بدتمیز کلاس فیلو کو سبق سکھانا ہے یا گھر کا کوئی فرد ہی ناپسندیدہ ٹھہرا ہے۔" اشارہ زلفی کی طرف تھا۔ آسیہ کھلکھلا کر ہنسی۔

"اصل میں اسکول کا ٹرپ جا رہا ہے۔ امی ابا مجھے اجازت نہیں دے رہے۔ آپ یہ کام کردیں۔"

"اف اتنا مشکل کام' جیسے میری تو وہ ضرور ہی مانیں گے۔"

"مجھے پتا ہے' آپ مشکل سے مشکل کام کرسکتے ہو۔"

"میری صلاحیتوں کی پہچان پہ شکریہ آسان حل تو یہی ہے کہ اسکول میں چھٹی کے بعد میلاد شریف کا بہانا کردو۔"

"شرم شرم۔" سب نے غیرت دلائی۔

"چلو اسی طرح تمہارا سرد لہو تو گرم ہوا۔ سویا ہوا ضمیر تو جاگ اٹھا۔"

"ضمیر کو گولی ماریں۔ مذاق نہ کریں، مجھے اچھا سا مشورہ دیں۔"

آسیہ دونوں چوٹیاں پکڑ کر انہیں آپس میں گرہ لگاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"آسان حل یہی ہے بچی! اگر ماں باپ کی بات مانو، وہ جو کہتے ہیں اولاد کے بھلے کے لیے ہی کہتے ہیں۔ پہلے زلفی نے انہیں تھوڑے دکھ دیے ہیں جو تم بھی نافرمانی کرنے لگی ہو۔"

"ارے طارق! عطا!" پھوپی کی پہلے آواز آئی پھر دروازے میں شکل نمودار ہوئی۔

"جی جی حکم!" دونوں مؤدب ہوئے۔

"ہاں حکم کے بچے نہ ہوں۔ یاد ہے کچھ تم دونوں کی ماؤں کو تمہارے ہاتھ کیا پیغام بھجوایا تھا؟"

"بس، سوری بھول گئے۔"

"ہاں، بھول گئے۔" نقل اتاری۔ "مجھے پتا ہوتا ایسی غیر ذمہ داری دکھاؤ گے تو خود چلی جاتی۔"

"مجھے بتائیے کیا مسئلہ ہے؟" اسفند ہیٹر کے بالکل قریب آبیٹھا۔

"ہاں لگی ناں سردی۔ جوانی بھی تو بہت چڑھی ہے ناں۔ سوئیٹر کیوں نہیں پہنتے تم۔"

"دراصل میں باہر تو موسم کافی معتدل ہے، یہ کمرے میں ہی کچھ سردی ہے۔"

"آہو۔ یہ کمرہ ہم نے برف اسٹور کرنے کے لیے جو بنوایا ہے۔ ہاں تو میں تم دونوں سے کہہ رہی تھی۔ اب اپنی ماؤں سے کہہ دینا۔ انہوں نے زلفی کے لیے اچھے رشتے بتانے کا وعدہ کیا تھا۔ اب تک ایک بھی نہیں بتایا۔ آخر کب تک انتظار کروں۔"

"ارے پھوپھی! ابھی تو مزے کے دن ہیں۔ بہو آئی تو سارے گھر کا چارج سنبھال کر آپ کو زبردستی نماز روزے پر لگادے گی اور ابھی زلفی کی عمر ہی کیا ہے۔ کچھ سال مزید گھر کی فضا اپنے لیے سازگار رکھیے۔"

"لے، اسفند! تمہارا مطلب ہے، وہ کل کی لڑکی مجھے میرے گھر کی حکومت سے بے دخل کردے گی۔ ایسا تو کوئی خواب میں بھی نہ سوچے، اپنے سامنے سر اٹھانے والے کو میں کچھ بھی سوچنے کا موقع دیے بغیر چپیڑ مار دیا کرتی ہوں۔"

"آپ کی ان ہی خصوصیات کی وجہ سے تو آپ کو محلے میں خالہ کے بجائے پھوپی کہا جاتا ہے۔"

"ہاں پتا ہے مجھے۔ محلے کے سارے لڑکے لڑکیاں مجھ سے ڈرتے ہیں۔" لہجے میں اک غرور سا آگیا۔

"اور سارے انتقام کئی سالوں سے غریب زلفی سے لے رہے ہیں۔"

اسفند کی آواز صرف قریب بیٹھا زلفی ہی سن رہا تھا۔ پہلے ماں کی باتیں بیزار کر رہی تھیں اور مزید خرابی اسفند کی بات نے پیدا کردی۔

"تم بھی کیا بے تکی باتیں لے بیٹھی ہو اماں! جاکر روٹی پانی کا بندوبست کرو۔" ماں سے بھی اس اندر کی بیزاری کے ساتھ مخاطب ہو بیٹھا۔

"ہاں ہاں۔ میرا کماؤ پتر کمائیاں کرکے آیا ہے۔ اس کی خاطر خدمت کروں۔ دودھ مکھن کھلاؤں اسے۔"

"اماں!" زلفی نے احتجاج کرنا چاہا۔

"چپ کر جا۔ چپیڑ مار کے منہ ٹیڑھا کردوں گی۔ ماں کے آگے بکواس کرنے کی جرأت کیسے ہوئی تجھے۔ سمجھاؤ اسے اسفی! ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ہوتی ہے اگر بات نہیں مانے گا تو پاؤں کے نیچے اس کی گردن رکھ دوں گی۔"

"میں سمجھاتا ہوں۔ آپ جاکر روٹی پکائیں۔"

"ہاں ہاں ویلے نکمے روز روز میرے ہی گھر دعوت اڑانے چلے آتے ہیں چل نی آسیہ! مدد کروا میرے ساتھ۔" وہ بیٹی کو بازو سے پکڑ کر غائب ہوگئیں۔

"یہ اماں بھی بس۔" زلفی نے آہ بھر کر ان کہا جملہ جیسے کہہ دیا۔

"زیادہ آہیں بھرنے کی ضرورت نہیں۔ تمہارے لیے ایسی ہی ماں ناگزیر تھی۔"

"اسفی! تم آج مجھے مسلسل طیش دلا رہے ہو۔"

"خامخواہ۔ میں بھلا کب کسی کو کچھ کہتا ہوں اور تم موڈ خراب نہ کرو' طارق ذرا یہ سائیڈ والا تکیہ تو ہٹاؤ۔"

تکیے کے نیچے سے بھنے ہوئے چکن کے ڈونگے نے برآمد ہو کر سب کو حیران کر دیا۔

"یہ سالن کا ڈونگا تکیے کے نیچے۔ اماں بھی بس کمال کرتی ہیں۔" زلفی کا انداز ماتمی تھا۔

"یہ قابلِ فخر کارنامہ تمہاری اماں کا نہیں میرا ہے۔ خامخواہ میرے حصے کی داد انہیں مت دو۔"

"ہاں تمہاری اور میری اماں کی خصوصیات تقریباً ایک سی ہیں مگر کیا یہ بتانا پسند کریں گے کہ میرے تکیے کا ستیاناس کیوں مار اگیا ہے۔"

"یہ تو جب پھوپھی جان آج کا ڈنر لے کر آئیں گی تب واضح ہو گا فی الحال یہ برتن ادھر دو۔ ہیٹر کے قریب رکھتا ہوں تاکہ گرم ہو جائے مگر عطا اس سے پہلے اٹھ کر دروازے کی کنڈی چڑھا دو۔"

"کیوں اب کیا خطرہ پیدا ہو گیا ہے؟" زلفی کارپٹ پر ہیٹر کے بالکل سامنے دراز ہو گیا۔

"تمہارا گھر خطروں کا گڑھ ہے' چلو عطا! بند کرو دروازہ۔"

وہ تو جب روٹی' چٹنی اور پھوپھی کے لبوں پر کچھ فاتحانہ مسکراہٹ' کچھ طنز کا رنگ دیکھا تب سب نے اسفی کی ذہانت کو سراہتے ہوئے ایک بار پھر دروازہ بند کیا اور کھانے پر ٹوٹ پڑے۔

"کمبختو! یہ چکن اماں نے یقیناً" ابا کے لیے بنا کر رکھا ہو گا۔ اب جب وہ گھر آئیں گے۔ اماں کھانا نکالتے ہوئے اسے غائب پائیں گی تو میری شامت یقینی ہو جائے گی۔"

کھانا کھانے کے بعد زلفی کو یہ خیال ستانے لگا تھا۔

"ہم یہ ہڈیاں صحن میں رکھ دیں گے۔ تم یہی تاثر دینا' بلی کھا گئی ہو گی۔"

"اچھا اب ایسی کون سی بلی ہے جو فریج سے سالن نکال کر لے جائے۔ تم بھی کبھی کبھی کمال کرتے ہو اسفی!"

"تم اپنی اماں کو اسی بات پر پکا کرنا کہ وہ برتن فریج میں رکھنا بھول گئی ہوں گی بلکہ ایسا کرو' پھوپھی کچن سے ادھر ادھر ہوں تو یہ برتن کچن کے فرش پر رکھنے کے بعد بچے کھچے سالن میں پانچوں انگلیاں یوں جوڑ کر ڈبو لینا اور اسی طرح انہیں جوڑے ہوئے فرش پر جگہ جگہ لگا دینا بالکل بلی کے پنجوں کے نشان لگیں گے۔ میں عرصے سے اپنی امی کے کچن میں ایسی بلی کو گھسا رہا ہوں۔"

ترکیب انوکھی اور زبردست تھی۔ سب کا مشترکہ قہقہہ گونجا اور ایک بار پھر سارے دوست اسفی کی ذہانت کے قائل ہو گئے۔

"اتنا ذہین ہے تو مگر میرے اور پینو کے لیے کچھ نہیں کر سکا۔" زلفی کو پھر دکھوں نے آگھیرا۔

"تم وقت تو آنے دو۔ تمہارے رستے کے کانٹے بھی چنوا دوں گا میں۔ میرے پاس ایسے کارکن ہیں جو یہ سب کام بڑی نفاست اور قرینے سے کرتے ہیں۔"

"اچھا یہ باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی۔ اب گھر چلنا چاہیے۔ میری امی نے کہا تھا۔ اگر آج بھی دیر ہوئی تو دروازہ نہیں کھلے گا۔" عطا اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہاں۔ میرے ابا بھی سرکاری دورے سے آج ہی لوٹنے والے تھے۔" طارق کو بھی جیسے کرنٹ لگا۔

"ہائے! بڑی سردی ہے۔ زلفی کا کمرہ کتنا گرم ہے۔ کیا خیال ہے زلفی! آج رات تم یہاں ہیٹر کے سامنے نرم گرم کارپٹ پر اور میں ادھر دور کونے میں لگے بیڈ پر سو مرنہ لوں۔"

"نہیں جی۔ اتنا ظلم تم اپنی جان پر کس لیے ڈھاتے ہو۔ جاؤ دفع ہو اب اپنے گھر جا کر سوؤ اور تم سب کان کھول کر سن لو۔ کل اگر میرے گھر کھانا کھانے کا پروگرام بنایا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

"نہیں نہیں۔ اب ہم ایسے بھی نہیں ہیں بلکہ میرے امی ابو فیصل آباد جا رہے ہیں۔ تم سب شام کو میرے گھر آجانا' مونگ پھلیاں' پستہ' کاغذی بادام تم

سب لیتے آتا۔ کشمش کا انتظام میں خود کسی نہ کسی طرح تم لوگوں کی خاطر کر ہی لوں گا۔" اسفند نے کہا۔

"نہیں نہیں۔ تم اتنی مصیبت کیوں اٹھاتے ہو ہم یہ بھی خود ہی لے آئیں گے اور کھائیں گے بھی خود ہی۔" طارق جل کر بولا تھا۔

"یہ تو بعد میں دیکھا جائے گا۔" لاپروائی سے شانے اچکا کر سب کو چیلنج کیا تھا۔



"آ گئے تم۔ کھانا کھاؤ گے؟" گھر میں داخل ہوا تو امی پیکنگ میں مصروف پوچھ رہی تھیں۔

"نہیں، آپ اپنا کام مکمل کریں' ابو نہیں آئے ابھی تک۔ ایک تو امی! آپ نے انہیں بڑی ڈھیل دے رکھی ہے' اتنی اتنی دیر باہر رہتے ہیں۔ کوئی تک ہے بھلا۔"

"باتیں مت بناؤ' وہ کب کے آ چکے ہیں اور بہت کچھ تمہارے بارے میں کہہ کر کمرے میں جا کر لیٹ گئے ہیں۔"

"اوہ اندازاً" کتنی دیر پہلے میرے بارے میں ان خیالات کا اظہار فرمایا تھا؟"

"تقریباً" ایک گھنٹہ تو ہو ہی رہا ہے۔"

"شکر' اس کا مطلب ہے' اب تک تو سو ہی چکے ہوں گے وہ۔"

وہ کچھ ڈرنے سہمنے کی اداکاری کرتا دبے دبے قدم اٹھاتا اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔

"مجھے بتاؤ تو سہی۔ کہاں تھے تم؟"

"جانا کہاں ہے امی! پہلے اصغر کے گھر پھر زلفی اصرار کر کے اپنے گھر لے گیا۔ بڑا اچھا چکن پکایا ہوا تھا اس کی امی نے' میں شرمندہ ہی ہوا ہمارے گھر جب بھی میرے دوست آتے ہیں۔ مجال ہے جو کوئی ڈھنگ کی چیز پکی ہو۔"

"تم بھی تو بتائے بغیر انہیں لے آتے ہو' اب گھر میں ہم کل تین ہی تو افراد ہیں' میں جو پکاتی ہوں اسی حساب سے پکاتی ہوں' پہلے سے بتا دیا کرو تو کچھ انتظام بھی ہو جایا کرے۔ ویسے تمہارے ابا کو جوان لڑکوں کا یوں محفلیں جما کر گھنٹوں بیٹھے رہنا بالکل پسند نہیں ہے۔ تم سے انہیں ویسے بھی بہت شکایتیں ہیں۔ کہتے ہیں' جب تک میرا بڑا بیٹا شہریار پاکستان میں رہا۔ کام کا آدھا بوجھ اپنے سر پر رکھا اور ایک یہ اسفند ہے' اب تک نکھٹو بنا ہوا ہے۔"

"لو خوامخواہ۔ ابو کو تو پتا نہیں میری کونسی ادا بری لگ گئی ہے۔ اب اعلا تعلیم حاصل کر رہا ہوں تو اس میں کس کا فائدہ ہے؟ ابو کے خاندان کا۔ آپ ذرا سوچ کر بتائیے' ان کے خاندان میں آج تک کسی نے پی ایچ ڈی کا نام بھی سنا ہے جبکہ میں پی ایچ ڈی کہلانے والا ہوں۔"

"کب آخر کب؟ میں نے تو تمہیں کبھی پڑھتے نہیں دیکھا۔"

"اوہو امی! پیاری امی! اب میں آپ کو کیسے سمجھاؤں' اچھا خیر' آپ نے سمجھ کر کرنا بھی کیا ہے۔ آپ یوں سمجھ لیں۔ کورس مشکل ہے اس لیے تھوڑا وقت تو لگے گا۔"

"دوستوں سے فرصت ملے تب ناں۔"

"اب آپ بھی طنز کرنے لگیں ابو کی ہم خیال ہونے لگی ہیں مگر اس سے پہلے ماضی میں جھانکیے اور بتائیے' کبھی میں نے آپ کو پڑھائی کے سلسلے میں مایوس کیا' صرف پڑھائی کا پوچھ رہا ہوں۔ دوسرے سلسلے دہرانے نہ بیٹھ جائیے گا۔"

"نہیں خیر' ایسا تو نہیں ہوا مگر اب۔"

"بس اب بھی مطمئن رہیے۔ چائے بنانے لگا ہوں۔ پییں گی؟"

"اللہ تمہیں خوش رکھے۔ بنا دو ایک کپ۔"

وہ اثبات میں سر ہلا کر چند قدم چلا پھر رک کر بولا۔

"سبز الائچی کدھر ہے؟"

"چائے کی پتی کے پاس ہی رکھی ہے۔"

"اوکے۔ پھر انتظار کریں۔"



امی ابو صبح ناشتے کے بعد فیصل آباد چلے گئے' جاتے

ہوئے اس کے لیے بہت سی ہدایات تھیں۔ "کام والی ماسی آئے گی۔ گھر کی صفائی کے ساتھ ساتھ واشنگ مشین میں سرف خود ڈال کر کپڑے دھلوا لینا۔ یاد رہے سرف کا پیکٹ اس کے ہاتھ میں نہیں دینا۔ وہ تو پورا ضائع کر دے گی۔"

"دودھ والا آئے گا۔ دودھ لے کر بوائل کر لینا۔ ٹھنڈا ہو جائے تو فریج میں رکھ دینا۔"

"سبزی والا بھی بیل دیا کرتا ہے۔ اس سے دو کلو پیاز، دو کلو آلو، ایک پاؤ لہسن اور ادرک لے لینا اور ہاں ایک کلو مٹر بھی لے لینا۔ باقی سبزی فریج میں رکھی ہے۔"

اس نے پوری سعادت مندی سے سر اثبات میں ہلا دیا۔

انہیں رخصت کرنے کے بعد ٹی وی آن کیا اور چائے کا کپ لے کر بیٹھ گیا۔ ابھی پہلا گھونٹ لیا تھا کہ بیل بج اٹھی۔ جا کر گیٹ کھولا۔ سامنے ماسی کھڑی تھی۔

"آہا آ گئیں آپ، آپ کے لیے تو والدہ بڑی ہدایات دے کر گئی ہیں۔"

"اچھا جی۔ کیا کہہ کر گئیں اور گئیں کہاں ہیں بیگم صاحبہ سویرے سویرے؟"

"ہاں جب تک یہ پتا نہیں چلے گا، تب تک تمہارا کھانا ہضم نہیں ہو گا مگر میں بھی بڑا ظالم ہوں۔ نہیں بتاؤں گا چاہے تمہیں ہیضہ ہو جائے۔"

"اللہ نہ کرے، ہیضہ، بخار، پیٹ درد ہو میرے دشمنوں کو۔ آپ بھی اسفند صاحب! کبھی کبھی ایسی بات کرتے ہو، کلیجہ ساڑ کے سوا کر دیتے ہو۔"

"ناں۔ تم یہ بتاؤ۔ امی کہیں بھی جائیں، تمہاری صحت پر کیا اثر پڑتا ہے؟"

"غلطی ہو گئی۔" ماسی رسولاں کو بھی غصہ آ گیا۔

"چلو شکر ہے تم نے غلطی تسلیم تو کی۔ پتا ہے یہ بھی بڑا دل گردے کا کام ہے اور جو لوگ غلطی تسلیم کر لیتے ہیں وہ بڑے عظیم ہوتے ہیں۔"

"مجھے عظیم بننے کا کوئی شوق نہیں۔ خالی خولی تعریف کو چاٹنا ہے میں نے۔"

"اب تمہارا کیا خیال ہے۔ تمہاری اس ادا سے متاثر ہو کر ہزار دو ہزار تم پر لٹا دوں۔"

"ہٹو جی۔ کام کرنے دو مجھے۔" وہ سر جھٹک کر آگے بڑھی۔

"ایک خوشخبری ہے، امی کہہ کر گئی ہیں۔ آج مشین لگا کر کپڑے دھونے ہیں۔"

"دھو دیتی ہوں مگر پیسے بھی آج ہی لوں گی دھلائی کے۔"

"اچھا۔ امی کہہ کر تو نہیں گئیں مگر لے لینا۔"

"بہت شکریہ۔" اب کے وہ مسکرائی اور بولی "رب بھی کتنا مہربان ہے۔ صبح میرا چھوٹا بچہ سیب کھانے کی ضد کر رہا تھا پر میرے پاس فالتو پیسے ہی کہاں ہوتے ہیں جو بچوں کی فرمائشیں پوری کروں۔ بڑے دکھے ہوئے دل کے ساتھ آئی تھی پر مجھے کیا پتا تھا، میرے اللہ نے انتظام کر دیا ہے۔ میں ابھی مشین لگا کر کپڑے دھوتی ہوں اور گھر جاتے ہوئے سیب لے کر جاؤں گی۔"

اس نے مشین برآمدے کے قریب صحن میں رکھی اور پائپ سے پانی ڈالنے لگی پھر چپ چاپ کھڑے اسفند کی طرف دیکھ کر بولی۔

"ادھر دھوپ ہے نا جی۔ بس اس لیے مشین ادھر لگائی ہے۔ فکر نہ کرو۔ صحن کو بعد میں اچھی طرح دھو دوں گی۔"

وہ کچھ بھی کہے بغیر دوبارہ اندر آ کر ٹی وی کے سامنے بیٹھ گیا اور چائے کا کپ اٹھا لیا۔

ایک بار پھر بیل ہوئی مگر اب اطمینان تھا۔ ماسی خود ہی دیکھ لے گی۔

اس نے بتایا "دودھ والا تھا۔ میں نے دودھ لے کر چولہے پر رکھ دیا ہے۔ خود ہی دیکھ لینا۔ میں صفائی بھی کر رہی ہوں، کپڑے بھی دھو رہی ہوں۔ ایسا نہ ہو ابلتا رہے اور میرا ایک اور کام بڑھ جائے۔"

"فکر نہ کرو میں دیکھ لیتا ہوں اور سنو اب گیٹ کھلا ہی رہنے دو۔"

"کیوں جی۔ کسی نے آنا ہے؟"

"توبہ توبہ تجسس کی اس قدر بہتات۔ جاؤ جا کر کام کرو اور سنو برتن دھونے لگو تو یہ کپ ٹرے، چمچ بھی اٹھا لینا۔"

"ہاں دیکھ لیا ہے میں نے۔ کچن میں بھی بڑا کھلارا ڈالا ہوا ہے۔ ایک چائے بنانے میں کتنے برتن دھونے والے کر دیتے ہو۔"

"تم آج کل کہیں زلفی کے گھر تو کام نہیں کر رہیں۔ مجھ میں اتنی برائیاں صرف اسی کے گھر والوں کو نظر آتی ہیں۔"

"توبہ توبہ۔ اس کی وہ کنجوس مکھی چوس اماں جو سارے محلے کی پھوپھی کہلاتی ہے۔ کام کرتے کرتے گھس جائے گی مگر ماسی نہیں رکھے گی گھر میں، ویسے وہ آپ کی برائی کیوں کرتے ہیں جی؟"

"ہاں ہاں۔ میں احمق، گدھا، بے وقوف دکھائی دیتا ہوں نا جو تمہیں بتا دوں گا اور تم فوراً" سارے محلے میں نشر کر دوگی۔"

"خیر، یہ تو بڑی زیادتی ہے۔ خامخواہ کا الزام ہے۔ مجھے کہاں کسی کے معاملے میں بولنے کی عادت ہے۔ میں تو ہزار عیب دیکھ کر بھی خاموش رہتی ہوں۔ کبھی ادھر کی بات ادھر نہیں کی۔"

"کس قدر خوبیاں ہیں تم میں، آئندہ الیکشن میں کھڑی ہو جاؤ۔ ملک کو ایسی ہی ایماندار، مخلص، نیک قیادت کی ضرورت ہے۔"

"مخول بہت کرتے ہیں آپ۔" وہ منہ بنا کر پلٹ گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد سبزی والا آیا۔ امی کی ہدایت کے مطابق سودا لے کر رکھا پھر دس منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ پڑوس میں رہنے والی باجی حفیظہ چلی آئیں۔

"بڑی خاموشی ہے، خالہ کیا کہیں گئی ہوئی ہیں؟" کھڑی اسفند کے قریب تھیں اور نظریں پورے کمرے میں ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں۔"

"نہیں، جانا کہاں ہے گھر میں ہی ہیں۔"

ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھے وہ حفیظہ کی چکراتی نظروں کو نگاہ میں رکھ کر کہہ رہا تھا۔

"نہیں اچھا! مجھ سے تو کہہ رہی تھیں ایک ہفتے کے لیے فیصل آباد جا رہی ہوں۔"

"جب پتا ہے پھر معصوم بننے کی اداکاری کیوں کر رہی ہیں؟"

"ایکٹنگ اس نہ کرو۔ اچھا یہ بتاؤ خالہ تو گھر پر نہیں اور پورے ایک ہفتے کے بعد آئیں گی۔ تم اتنے دنوں تک دودھ لو گے یا نہیں؟"

بظاہر سوال غیر روایتی اور سادہ سا تھا مگر پرانی ہمسائیگی تھی اور وہ پڑوسن کے معصوم سوالوں کے پیچھے چھپے مفہوم سے واقفیت رکھتا تھا ٹھوڑی سے ہاتھ ہٹا کر سیدھا ہو بیٹھا اور بولا۔

"امی منع تو کر کے گئی تھیں مگر میں اسے کہنا بھول گیا۔ آج بھی دودھ لے لیا ہے۔ کل بھی وہ لازماً" لے کر آئے گا۔ ہاں پھر آئندہ کے لیے میں اسے منع کر دوں گا۔"

"اچھا اس کا مطلب ہے، تمہاری ضرورت سے زیادہ دودھ گھر میں موجود ہے۔" بے ساختہ تالی بجا کر خوشی کا اظہار کیا گیا تھا۔

"ہاں۔ بہت زیادہ۔"

"اچھا پھر تمہارے تو کسی کام کا نہیں۔ میں لے جاتی ہوں۔"

"نہیں۔ ایسے نہیں۔ ایک شرط ہے؟"

"توبہ ایک تو تم۔۔ اچھا خیر بتاؤ۔" بگاڑ مناسب نہیں تھا۔

"آج کے دودھ سے مجھے کھیر بنا دیں پھر میں کل ہی نہیں پرسوں کا بھی لے لوں گا اور سارے کا سارا آپ کا ہو گا۔"

"ہاں کیوں نہیں۔ تم ایسا نہ بھی کہتے تب بھی میں کھیر بنا دیتی۔ ویسے اتنی کھیر کا تم کرو گے کیا؟"

"یہ میں نے ابھی نہیں سوچا۔ آپ کھیر بنا کر بھیجیں، اتنی دیر میں میں سوچ کر رکھتا ہوں۔"

"آہو! جیسے میں تمہیں جانتی نہیں ہوں نا، چھپانا چاہتے ہو چھپا لو مگر یاد رکھو۔ تمہارے پڑوس میں رہتی

۔ دیوار سے دیوار ملی ہے۔ پتا تو مجھے لگ ہی جائے گا۔"

"دودھ ابل گیا ہوگا۔ لے جاؤ اور بھی جس جس چیز کی ضرورت ہے، کچن سے اٹھالو۔"

باجی حفیظہ اثبات میں سرہلا کر چلی گئیں۔

کام ختم کرکے دوپٹے سے ہاتھ پونچھتی رسولاں چلی

"کنڈی لگالو۔ میں جا رہی ہوں۔"

"ہاں اچھا۔ جیسے مجھے اور اس گھر کو آپ کا ہی تو آسرا تھا ناں۔ آپ جا رہی ہیں۔ اب میں اور میرا گھر محفوظ ہیں۔"

"پتا نہیں جی کیسی باتیں کرتے ہو' نہیں لگائی نہ لگاؤ' میرے پیسے تو دے دو۔"

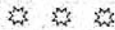
"ہاں کیوں نہیں۔" اس نے جیب سے پیسے نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔ اس نے گنے اور بیس روپے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔

"یہ رکھ لو۔ زیادہ ہیں۔"

"نہیں۔ تم میری طرف سے بچے کو سیب لے دینا اور باقی جو مزدوری ملی ہے۔ اس سے اپنی کوئی دوسری ضرورت پوری کرلینا۔"

رسولاں نے روپے رکھ لیے۔ کچھ دیر خاموش کھڑی رہی پھر جاتے ہوئے بولی۔

"یاد رکھنا جی۔ نیکی کبھی ضائع نہیں جاتی۔" اور باہر نکل گئی۔



کچھ دیر بعد وہ بھی گلی میں آگیا۔ آج اسکولوں میں … ڈے تھا۔ بچے گھروں کو آچکے تھے اور گلیوں میں … شور سے کئی کھیل کھیلے جا رہے تھے۔

"اسفند! وے اسفی! ادھر آبات سن۔" تین گھر چھوڑ کر دروازے میں لٹکی بھابھی شہناز نے پکارا۔

"کتنی بار کہا ہے کہ وئے اور وے نہ کہا کریں۔"

"جاوے اڑیا! یہ تو پیار کے انداز ہیں۔ میں اپنے بھائیوں کو اسی طرح بلاتی ہوں۔"

"یعنی بات کرنے سے پہلے ہی بے عزت کردیتی ہیں۔"

"ناں۔ اس میں عزت بے عزتی کہاں سے آگئی۔ تمہیں بھلا کیا پتا بے عزتی ہوتی کیا ہے۔ ہائے! ابھی میری ساس کو جلال میں دیکھو تو پتا چلے۔"

"اچھا بلایا کیوں تھا مجھے؟"

"ہاں۔ کب سے ان گلی میں ہنگامہ مچاتے بچوں سے کہہ رہی ہوں اسفند کو بلا دو۔ کوئی سنتا ہی نہیں ہے۔ میں نے کہنا تھا ویر! ذرا میری ساس کو میری نند کے گھر تو چھوڑ آؤ۔ صبح سے شنیل کا جوڑا پہن کے ولما کے انتظار میں بیٹھی ہے کہ اب لینے آیا تب لینے آیا۔ وہ پتا نہیں کہاں گم ہوگیا ہے۔ آدھا دن گزار کر جائے گی تو کیا فائدہ تم ذرا چھوڑ آؤ اسے۔"

"بدلے میں مجھے کیا ملے گا؟"

"دعائیں دوں گی۔"

"نہ' نہیں۔ تمہاری دعاؤں پر مجھے اعتبار ہی نہیں۔ بس ایسا کرو میں چکن وغیرہ لا دیتا ہوں۔ مجھے اچھا سا پکا دو۔"

"تو یہ کون سا مشکل ہے۔ آج کل میری چھوٹی بہن بھی آئی ہے' ابھی پکا دے گی۔"

"بہن آئی ہے پھر تو میری فرمائش ڈبل ہے۔ شام کو مٹر پلاؤ بھی چاہیے۔"

"کوئی بات ہی نہیں۔ سب ہو جائے گا۔ بس تم راستے میں میری ساس کو قائل کرلینا کہ آدھا دن گزر گیا ہے۔ اب انہیں آج شام کے بجائے کل شام کو ہی واپس ادھر آنا چاہیے۔"

"فکر نہ کرو۔ وہ ایک ہفتے بعد ہی واپس آئیں گی۔ تم کسی بڑے سے شاپر میں ان کے دو جوڑے رکھ کر دے دو تاکہ انہیں ایک ہفتہ رہنے میں دقت پیش نہ آئے۔"

"صدقے واری۔ تمہاری زبان کے اثر پر مجھے پورا بھروسا ہے۔"

☼ ☼ ☼

شام کو جب سب دوست اس کے گھر اکٹھے ہوئے

وہ کارپٹ پر بستر لگائے ہیٹر اور ٹی وی آن کیے لاؤنج میں نیم دراز تھا۔ قریب ہی چند میگزین اور اخبار رکھے تھے۔

"یہ دروازہ کس خوشی میں کھلا چھوڑ رکھا ہے۔ یہ ٹھیک ہے ابھی صرف آٹھ بجے ہیں مگر آج کل تو دن دہاڑے بھی چوری ہو جاتی ہے۔ ڈاکے پڑ جاتے ہیں۔" اصغر نے جاتے ہی لتاڑا تھا۔

"تم لوگوں کے لیے ہی کھولا تھا۔ اب بند کر کے آئے ہو ناں۔"

"ہاں۔ ہم تمہارے جیسے غیر ذمہ دار نہیں ہیں۔" وہ سب جہاں جگہ ملی' ٹک گئے۔

"کہاں رہے ہو سارا دن۔ دکھائی ہی نہیں دیے۔" طارق اس کے بستر میں ہی گھس گیا تھا۔

"بڑے کام کیے ہیں آج میں نے اور سب سے مشکل کام بھابھی شہناز کی ساس کے ساتھ سفر کرنا تھا۔ شکر ہے سفر مختصر تھا ورنہ یا ساس رہتی یا میں۔"

"ہائیں! ایسی خطرناک عورت ہے؟" عطا گھبرایا۔

"بھابھی شہناز سچ ہی اپنی قسمت کو روتی ہیں' ویسے اب میں ان معزز خاتون کو ایک ہفتے کے لیے ان کی دختر نیک اختر کے گھر چھوڑ آیا ہوں اور بھابی شہناز نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ اس خوشی میں وہ کل مجھے کوفتے بنا کر بھیجیں گی۔"

"آہا! یعنی کل بھی ہمارا کھانا تمہاری طرف' ویسے لگتا ہے' آج تو تم ہمیں تنور سے دال روٹی لا کر کھلاؤ گے۔"

"کیسے قیاس فرمایا؟" زلفی کی بات پر بھنویں اچکا کر پوچھا۔

"ظاہر ہے۔ اب تم بستر میں بیٹھ کر تو ہمارے لیے کچھ پکانے سے رہے۔ یہ سرہانے رکھے میگزین' لاؤنج میں آیا بستر اور خاص کر اتنا گرم کمرہ بتا رہا ہے۔ کب سے ہیٹر لگائے یہیں پڑے ہو۔"

"واقعی آپ تو ذہین ہو گئے ہیں۔" پوری سنجیدگی سے کہا گیا۔

"ہاں یار! زلفی ٹھیک کہتا ہے' آثار سے تو ایسا ہی لگ رہا ہے۔" طارق فکر مند تھا۔

"نہ کمبختو! مجھے یہ بتاؤ' کبھی میں نے تمہارے کر فرمائشی پروگرام نشر کیا ہے' جو آگے رکھتے ہو میں ہزار برا بھلا کہتے بظاہر صبر شکر سے کھا لیتا ابھی چار دن پہلے عطا کے گھر شلجم کھائے تھے مجھے زہر لگتے ہیں مگر چپ رہا۔ زلفی کی امی نے روٹی دے دی۔ اللہ کا شکر ادا کر کے کھالی۔"

"ہاں کھالی۔ وہ چکن بھول گئے جس کی وجہ سے کے ہاتھوں میری تکہ بوٹی بس ہوتے رہ گئی ہے۔"

"اس چکن کا نام مت لو۔ وہ میری ذاتی محنت ذہانت کا ثمر تھا۔"

"اچھا یہ کیا لگا کر بیٹھا ہے۔ ریموٹ ادھر دو۔" اصغر نے ریموٹ لینا چاہا۔ اس نے ہاتھ پرے کیا اور بولا۔

"نوابوں کی طرح صوفے پر بیٹھے ہو' نیچے آ کر بیٹھو۔"

"تمہارے گھر آ کر ہی تو مصیبت پڑتی ہے۔ ہر تمہاری مرضی سے کرنا پڑتا ہے مگر اب میری جواب دے گئی ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"

وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اسفند نے روکا بھی نہیں۔ سب ارے ارے کرتے اسے پکڑنے لگے۔

"کیا ہوا یار' اتنا جذباتی کیوں ہو رہا ہے؟" زلفی حیرت تھی۔

"بچپن سے اماں ابا گھر کے اکلوتے صوفے پر بیٹھنے سے منع کرتے آ رہے ہیں۔ سوچا تھا' پڑھ لکھ کر آدمی بن جاؤں گا پھر اپنی پسند کا صوفہ اپنے کمرے میں رکھوں گا مگر ہائے قسمت! ابا بیمار ہوئے' گھر کا سارا بوجھ میرے کندھوں پر آیا۔ تعلیم ادھوری چھوڑ کر نوکری کرنی پڑی۔ صوفہ نیا کیا خریدتا' وہ پرانا بھی بک گیا۔"

تھوڑی دیر کے لیے ماحول پر سوگواری چھا گئی۔ سب خاموش تھے۔ کچھ دیر بعد اسفند نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور بولا۔

ے کیوں ہو' اچھے دن بھی آئیں گے۔ عقل
ہو تو آدمی بہت کچھ کر سکتا ہے۔ تمہیں
نا چاہیے۔ بے حد عقل مند اور ذہین آدمی
ت ہے۔"
ن' اس نے معصومیت سے سب پر نظر دوڑائی
کے علاوہ سب قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔
بار آج کا ہے؟" عطا نے ہاتھ بڑھایا۔
۔ آج کا ہے مگر اب پڑھنے سے فائدہ۔ آج کا
دیر میں کل کا ہو جائے گا۔" اسفند نے اخبار
لڑے کر دیے۔
ہ نا ذلیل حرکت۔ میں پڑھ لیتا تو تیرا کیا

ستوں کے درمیان بیٹھ کر اخبار پڑھنا سخت
ہے۔" اور اسفند کی بات سے سب نے اتفاق

ادہ میرے بارے میں کیا سوچا ہے تم نے؟"
یاد دلایا۔
وچنا ہے بھلا کچھ بھی نہیں۔"
اش ہے اسفی! کتنے دن سے بکواس کر رہا ہوں
مسئلے کا حل نکالو۔"
سان حل یہی ہے۔ محبت کو مسئلہ نہ بناؤ' بس
ختم۔"
ے نہ بناؤں اگر اس کے گھر والوں نے اس کی
ں اور کر دی تو؟"
یں کر دی۔ پہلے بھی تم لوگوں سے کہا ہے' فخر
نہ جیسا ذہین آدمی تم لوگوں کا دوست ہے۔
امطلب ہے محترمہ بھابی صاحبہ کا رشتہ چپ
وڑی طے ہو جائے گا۔ مہمانوں کی آمد سے
لی صفائی ہوگی۔ کھانے بنیں گے۔ سب سے
ابی صاحبہ کو نہا دھو کر سب سے بہترین سوٹ
کرنے کی ہدایت جاری ہوگی۔ اب گلی محلے
ں بچے آوارہ پھرتے ہیں۔ کسی کو بھی تین چار
لچ دے کر منحوس مہمانوں کی آمد کی خبر دی جا
۔ بس اس کے بعد ہم چاروں دوستوں میں
سے کوئی بھی ان کی گلی کے نکڑ پر کھڑا ہو کر آنے والے مہمانوں کو مس گائیڈ کر کے کسی ایسے گھر بھیج دے گا جہاں لڑکیاں کافی تعداد میں موجود ہوں۔"

"ہمیں کیا پتا چلے گا' کون سے منحوس مہمان ہیں۔ روزانہ کتنے ہی تو لوگ آتے ہیں۔" اصغر نے تجویز سے اتفاق نہیں کیا۔

"ارے ایسے مہمان تو صاف پہچانے جاتے ہیں۔ مردوں کی نسبت اس قافلے میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے جنہوں نے ضرورت سے زیادہ میک اپ تھوپ رکھا ہوتا ہے اور ضرورت سے زیادہ بااعتماد اور مغرور نظر آنے کی کوشش میں ہونق دکھائی دے رہی ہوتی ہیں' انہیں لڑکی والوں کی گلی کا ہر بندہ اس لیے حقیر دکھائی دیتا ہے کہ وہ اس محلے سے لے جائی جانے والی کا محلے دار ہے' یعنی سب کمی کمین ذلیل۔"

"ہاں۔ یہ تو ہے۔ جب میری آپا کی شادی ہوئی' اس کے سسرال والے بالکل اسی انداز میں آیا کرتے تھے۔" عطا نے اتفاق کر لیا۔

"یعنی اس کا مطلب ہے' تم اس کا رشتہ تو کہیں اور ہونے ہی نہیں دو گے۔" زلفی نے پرجوش انداز میں کہا۔

"بالکل نہیں۔ کسی مائی کے لال میں اتنی ہمت نہیں ہے۔"

"واہ شاباش! جیو میرے شیر اور اب میرے ابا کو بھی رام کرنے کی ترکیب لڑاؤ۔"

"وہ بھی ہو جائے گا۔ تم بس چین کی بنسی بجایا کرو۔"

"بانسری کہاں سے لے' وہ تو پرانے زمانے میں چرواہے بجایا کرتے تھے۔ اب نہ چرواہے رہے نہ بانسریاں۔"

اصغر صاحب کبھی کبھی بڑے پتے کی بات کیا کرتے تھے اور اس پر اسفند' طارق' عطا سے داد بھی کافی پاتے تھے جبکہ یہ معرفت کی باتیں زلفی کی سمجھ میں کم ہی آتی تھیں۔

"یار اسفی! مجھے لگتا ہے' تو نے آج ہمارا پیٹ باتوں

سے بھرنے کا پروگرام بنا رکھا ہے۔"
"کیا بات ہے۔ آج بھوک کچھ زیادہ ہی ستا رہی ہے؟"
"یہ بات نہیں۔ فکر ہے تو اس بات کی تو ابھی تک آرام سے بیٹھا بلکہ لیٹا ہوا ہے۔ گھر میں اور کوئی ہے بھی نہیں۔ کب کھانا بنے گا۔ کب ہم کھائیں گے۔"
"ہاں یار! مروانہ دینا۔ میں تو گھر میں کہہ کر آیا ہوں' کھانا کھا کر آؤں گا میرے لیے کچھ نہ رکھنا۔" اصغر نے چہرے پر مسکینیت طاری کرتے ہوئے بتایا۔
"تم تو جانتے ہی ہو پیارے دوستو! مجھے صرف اچھی چائے بنانا آتی ہے۔ یہ نکڑ والی دوکان سے یا تو ڈبل روٹی پکڑ لو یا ایک پیکٹ رسک لے آؤ۔ رات گزر ہی جائے گی۔"
"اگر ایسا تھا تو کل ہی ہمیں کہہ دیتا۔ ہم آتے ہی ناں۔"
"یعنی تم میری محبت میں نہیں کھانے کے لیے آئے ہو۔"
"اچھا اب جذباتی ڈائیلاگ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چائے ہی پلا دے۔"
"چائے۔ ہائے بڑی سردی ہے۔ بستر سے نکلنے کو جی نہیں چاہتا عطا! اٹھ میرے بھائی! ذرا ایک چکر کچن کا تو لگا کر آ۔"
عطا نے اسے گھور کر دیکھا پھر اٹھ گیا اور اس کے جانے کے بعد کچن سے جو نعرہ بلند ہوا۔ وہ مسرت سے لبریز تھا۔ چکن قورمہ' مٹر پلاؤ اور کھیر اسفند زندہ باد۔



یہ تو معلوم تھا۔ امی ابو پیر کے روز واپس آئیں گے ۔ کس وقت آئیں گے نہ اس نے پوچھا نہ ہی انہوں نے بتانے کی ضرورت سمجھی۔ ایک دو مرتبہ فون بھی کیا تو اسی نے۔ وہ تو جا کر جیسے اسے بھول ہی بیٹھے تھے۔
اس روز بھی سارے دوست ڈنر اس کی طرف کرنے کے بعد گیارہ بجے کے قریب اٹھ کر گئے تھے۔ برتن زلفی سے اٹھوا کر کچن میں رکھوائے تھے اور کہا تھا۔
"تم لوگ گیٹ بند ہی رہنے دو۔ ادھر ہمسائیوں کی چھت پر کود جاؤ اور چھتیں پھلانگ اپنے گھر چلے جاؤ۔ گیٹ سے جاؤ گے تو مجھے اس میں بند کرنے اٹھنا پڑے گا۔" مگر سب نے اس نہایت بے ہودہ قرار دیا اور گیٹ سے ہی رخصت ہوئے۔ لاک لگا کر وہ بستر پر لیٹا ہی تھا کہ پھر بیل لگی۔
"لگتا ہے ان ہی میں سے کوئی اپنی نہایت اہم چیز یہاں چھوڑ گیا ہے اور اب اس کے بغیر نیند آئے گی۔"
دروازہ کھولا۔ سامنے ابو' امی اور دو اجنبی چہرے خواتین کھڑی تھیں ایک نہایت معمر دوسری ینگ۔
"آپ لوگ بغیر کسی اطلاع کے۔۔۔ بتایا ہوتا کا ہی کوئی انتظام کر لیتا۔"
"اگر تمہارے سگھڑ' سلیقہ مند ہونے کا بھی شبہ ہوتا تو ضرور بتا دیتے۔"
ابو کے ایسے جواب کو یقیناً" اجنبیوں کے پسند نہیں کیا جا سکتا تھا۔
"ایں! تم یہاں سو رہے ہو؟" لاؤنج میں اس لگا دیکھ کر امی حیران ہوئیں۔
"جی ہاں۔ تنہائی کا احساس ذرا کم ہوتا ہے نا"
"اچھا مگر وہ کس طرح؟"
"اوہو بیگم! تم بھی کس کی باتیں سننے کھڑی ہو۔ سامان ٹھکانے رکھو مہمانوں کو بستر دو۔ تھکے ہیں آرام کریں۔"
"ہاں جی۔ اچھا اچھا۔" امی کو بھی غلطی کا احساس ہوا۔
"خالہ جی! آپ ادھر بیٹھیے بیٹا تم بھی کھڑی ہو۔ خالہ جی کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھو۔"
"سفی! تم پہلے چائے بنا کر لاؤ پھر اپنا بستر اٹھاؤ ہے۔"
"غضب خدا کا' گھر میں تین تین عورتیں

ہیں اور ابو چائے کے لیے مجھے کہہ رہے ہیں۔ قیامت کی نشانیاں ہیں۔" وہ برے برے منہ بناتا کچن میں چلا آیا۔

جب چائے کے ساتھ واپسی ہوئی تو اس کا بستر اٹھ چکا تھا اور سب یقیناً" چائے کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ امی نے ٹرے اس کے ہاتھ سے لے لی اور بولیں۔

"اب تم جا کر سوؤ۔"

"تعارف تو کروا دیں۔" دھیرے سے کہا تاکہ ٹی وی پر نیوز دیکھتے والد محترم نہ سن لیں۔ وہ ہر بات کا ایسا جواب دینے کے عادی تھے کہ اسفند جیسا خود کو جینئس تصور کرنے والا بھی عش عش کر اٹھتا تھا۔

"تعارف کیا بھئی۔ رشتے دار ہیں اپنے۔"

"اوہ اچھا اچھا۔" اس نے بھی ایسا تاثر دیا جیسے اس کے بعد مزید کسی تعارف کی تو ضرورت ہی باقی نہیں رہی اور اپنے کمرے میں آگیا۔

صبح جب اس کی آنکھ کھلی۔ گھر میں اچھی خاصی چہل پہل تھی۔ وہ لڑکی جس نے رات کو اسے چائے بنانے کے لیے کچن میں جاتے دیکھا اور رسماً" بھی اپنی خدمات پیش نہیں کیں۔ اب امی کے ساتھ ناشتا بنوا رہی تھی۔ بزرگ خاتون اس کی دادی تھیں۔ اونچا سنتی تھیں اور لحظہ لحظہ باخبر رہنے کی ضد باندھے ہوئے تھیں۔ لڑکی بھی سعادت مند تھی۔ ان کے ہر سوال کا جواب خندہ پیشانی سے دے رہی تھی۔

"اچھا۔ یہ تمہارا لڑکا ہے؟"

"تو جی رات کیا میں نظر ہی نہیں آیا؟" جب اسے دیکھ کر امی سے پوچھا گیا تو وہ بس دل میں یہ کہتا پیار دعا سلام لینے کو جھک گیا۔

"ارے نزہت! اس کی شکل کس پر ہے؟ باپ جیسا تو نہیں ہے۔"

امی سے یہ سوال ہوا۔ ابو نے اخبار چہرے کے سامنے سے ہٹایا اور بولے۔

"بڑے والا بالکل مجھ پر ہے۔ شکل میں بھی، عادتوں میں بھی۔"

"یہ میرے بھائی یعنی اپنے ماموں جیسا ہے خالہ!"

"اچھا اس کا مطلب ہے "تمہارے بھائی کافی خوب صورت ہیں۔"

اب کے ابو کو کچھ اچھا نہیں لگا شاید۔ اخبار دوبارہ چہرے کے سامنے کر لیا۔

"اسفند بیٹا! تم بھی ناشتا کر لو۔ یہ کام ختم ہو پھر ہم نے خالہ کو ڈاکٹر کے پاس لے کر جانا ہے۔"

اور اسے بالکل اندازہ نہیں تھا اس ہم میں وہ بھی شامل ہے۔

"ڈاکٹر قابل تو ہے نا، کسی نتھو خیرے کے پاس نہ لے جانا مجھے۔"

"دادی جی! قابلیت کا اندازہ تو علاج کروانے کے بعد ہی ہوتا ہے۔" اس نے پہلی بار بے تکلفی سے بات کی۔

"تو سارے اندازے کروانے کو کیا میں ہی رہ گئی ہوں۔ ناں ناں نزہت میں تجربوں کی بھینٹ نہیں چڑھوں گی۔ اچھی بھلی گاؤں بیٹھی تھی۔ بیٹا فیصل آباد لے آیا کہ چلو جی علاج کرواتا ہوں۔ ایک مہینے سے ویسی کی ویسی ہوں۔ دوائی کھالوں تو ٹھیک۔ چھوڑ دوں تو چارپائی سے اترنے سے بھی بیزار، اب لاہور بھیج دیا ہے۔ دیکھ لیتے ہیں یہاں کے ڈاکٹروں کو بھی انداز ایسا تھا۔ کوئی ماں کا لال میرا علاج نہیں کر سکتا۔

"مسئلہ کیا ہے آپ کا؟" اسفند نے پوچھا۔

"کوئی ایک مسئلہ ہے میرا۔ نظر کمزور۔ کانوں سے کم سنائی دیتا ہے، جوڑوں میں تو اس قدر درد ہے کہ عاجز آ گئی ہوں۔"

"بچپن میں سرمہ نہیں لگایا ہوگا ناں۔ سیانے بلکہ سیانی خواتین کہتی ہیں جب تک بچوں کو خوب دنبالے دار سرمہ نہ لگایا جائے، ان کی آنکھوں میں نور نہیں اترتا۔ بچے اور بوڑھے ایک جیسے ہوتے ہیں۔ آپ اب یہ تجربہ کر کے دیکھ لیجیے۔"

"اسفند!" والد صاحب کی آواز بظاہر تو دھیمی تھی مگر اس میں جو للکار چھپی تھی۔ اسے وہ بخوبی پہچانتا تھا اور سچ تو یہ کہ اس وقت والد صاحب کی موجودگی کو فراموش کیے ہی زبان کے جوہر دکھانے چلا تھا۔

"ہاں۔ سرمہ تو اچھی چیز ہے مگر خالص ہو تب نا' ہمارے گاؤں کے قریب کے ایک گاؤں کی عورت کے متعلق سنا تھا۔ بڑا اچھا سرمہ بناتی ہے سیاہ کالا۔ آنکھوں میں لگا لو آنکھ سج جاتی ہے مگر جو بھی لڑکی لگاتی تھی۔ آنکھوں میں تکلیف کی شکایت ضرور کرتی تھی۔ وہ تو بعد میں پتا چلا' نامراد چراغ جلا کر اس کا دھواں ایک برتن میں سمیٹ لیتی تھی۔"

"سبحان اللہ۔ ایسے ہی ذہین لوگ دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرتے ہیں۔"

"اسفند! تمہیں شاید روزانہ کی طرح آج بھی کوئی کام نہیں۔" ابو کو پھر اپنی موجودگی کا احساس دلانا پڑا۔

"اپنے کپڑے پریس کرنے لگا تھا۔ آپ نے کروانے ہوں تو دے دیں۔"

"ہاں۔ ایک دو سوٹ میرے بھی کر کے رکھ دو۔"

"اسفند! جلدی کر لو۔ دیر ہو گئی تو ڈاکٹر کے کلینک پر رش بڑھ جاتا ہے۔" امی نے کچن سے جھانک کر کہا۔

"یعنی آپ کا مطلب ہے' ابو کے کپڑے رہنے دوں۔"

"میں نے یہ کب کہا ہے۔" انہوں نے گھبرا کر والد صاحب پر نظر ڈالی اور پھر کچن میں غائب ہو گئیں۔

"تمہارا بیٹا کافی ہوشیار ہے کلیم!" خاتون نے اندازہ لگانے میں دیر نہیں لگائی۔

"ہاں۔ ماموں پر جو گیا ہے۔ وہ بھی خاصا تیز' منہ پھٹ' باتونی آدمی ہے۔"

"چلو اچھا ہے۔ رونق تو رہتی ہو گی گھر میں ورنہ میں تو سوچ کر گھبرا رہی تھی۔ تم خشکی کے مارے' نزہت سیدھی سادی گھریلو عورت' یہ میری پوتی عائشہ اور میں آخر کب تک ایک دوسرے کا جی بہلانے کو باتیں کیا کریں گے۔"

خاتونِ محترم نے شاید والد صاحب کو لپیٹ لپیٹ کر مارنے کا تہیہ کیا ہوا تھا۔

"نزہت! میں جا رہا ہوں۔ شام کو شاید وکیل صاحب کی فیملی ہماری طرف آئے۔ کھانے پر اہتمام کر لینا۔" وہ ہدایات دیتے چلے گئے۔

"اچھا تو دادی! آپ بھی میری طرح باغ و بہار شخصیت کی مالک ہیں۔"

"کون سی ملکیت؟" وہ جواب کے لیے عائشہ کی طرف دیکھنے لگیں۔

"دادی تھوڑا اونچا سنتی ہیں۔" اس نے بتایا۔

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔"

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" وہ بلّی کی طرح غرا کر بولی۔

"وہ تو جب ایسی باتیں ہوں گی تب آپ کو پتا چلے گا' ویسے آپ کی دادی کے اگر جوڑوں میں درد نہ ہوتا تو شاہی قلعہ چلتے۔ اچھی جگہ ہے خاص کر قید خانہ تو بہت خوب صورت ہے۔"

"دادی کے جوڑوں میں درد نہ ہوتا تو ہم علاج کی غرض سے لاہور آتے ہی کیوں۔"

"واقعی! یہ تو میں بھول ہی گیا۔ یہ نامراد درد ہی تو ہے جو انہیں لاہور لے آیا ہے پتا نہیں میں بات کرنے سے پہلے سوچتا کیوں نہیں ہوں۔" آج ڈاکٹر کے پاس جا تو رہے ہیں علاج کروائیے گا۔

نہیں یہ مرض لاعلاج ہے اکثر افراد اس میں گرفتار ہوتے ہیں مگر میری طرح اعتراف کوئی بڑے دل والا ہی کرتا ہے۔"

"اسفند! مجھے مسلسل تمہاری باتوں کی آواز آ رہی ہے اٹھ کر تیار ہو جاؤ۔" امی نے کچن سے آواز لگائی تو وہ جلدی سے اٹھ گیا۔



عائشہ لمبے قد اور متناسب جسم کی اچھے نقوش کی مالک لڑکی تھی۔ اس کے چہرے پر جو چیز سب سے نمایاں تھی۔ وہ تھا اعتماد اور اسی اعتماد نے اسفند کو چونکایا تھا۔ مڈل کلاس کی لڑکیوں کے پاس تو اس شے کی شدید کمی ہوا کرتی ہے۔ اس کی دادی کو ان کا گھر اچھا لگا تھا اور اسی سے انہوں نے اندازہ لگایا تھا کہ سارا لاہور ایسا ہی ہے اور بہت اچھا ہے۔

شام کے چار بج رہے تھے۔ انہیں آئے پانچ دن

تھے اور ان پانچ دنوں میں ان سب میں خاصی بے تکلفی پیدا ہو چکی تھی۔ آج دادی نے اپنی ترکیب کے مطابق گاجر کا حلوہ عائشہ سے تیار کروایا تھا۔ چائے کے ساتھ وہی کھایا جا رہا تھا جب زلفی کی آمد کی اطلاع

"دوست ہے تمہارا۔ ادھر ہی بلوا لو۔ وہ بھی چکھ لے گا۔ عائشہ! تم اٹھ جاؤ ادھر سے۔"

دادی اس سے کہنے کے بعد اب پوتی سے مخاطب تھیں مگر زلفی نے اندر آنے سے انکار کر دیا۔ وہ بہت پریشان اور دکھی دکھائی دے رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی بولا۔

"اگر اب بھی تم نے کچھ نہ کیا تو پھر میں ہمیشہ کے لیے نامراد رہ جاؤں گا۔"

"ہوا کیا؟ تفصیل تو بتاؤ۔"

"تمہیں تو پتا ہے۔ پروین کی ماں سوتیلی ہے۔ اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتی۔ اب شاید اسے کچھ لالچ ہو گیا ہے۔ جو پروین کی شادی اپنے آوارہ بھائی سے کرنے پر تل گئی ہے۔"

"یار زلفی! کیا تم مجھے ایک بار پروین سے ملا سکتے ہو، میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ وہ کتنی عقل والی اور ہمت والی لڑکی ہے۔ کہاں تک تمہارا ساتھ دے سکتی ہے۔"

"ابھی چلو۔ کسی بچے کو بھجوا کر بلوالوں گا۔"

دونوں پروین کے محلے میں آئے۔ زلفی نے پیغام بھجوایا اور جو لڑکی سامنے آئی۔ اسفند کے اندازے سے قطعی مختلف تھی۔ عمر زیادہ سے زیادہ سترہ اٹھارہ سال۔ چہرے پر عمر کا بھولپن اور اس کے ساتھ ساتھ خوف اور بے یقینی اسفند کو دیکھ کر گھبرا گئی۔

"ڈرو نہیں، یہ میرا دوست اسفند ہے۔ یہ ہماری مدد کرے گا۔"

"پروین! مجھے اپنی ماں اور ابا کے بارے میں بتاؤ۔ تمہاری سوتیلی ماں کا رویہ تمہارے ساتھ درست نہیں ہے۔ یہ تو مجھے پتا ہے مگر میں اس سے زیادہ جاننا چاہتا ہوں۔"

اس کے بعد وہ پوچھتا رہا۔ پروین جواب دیتی رہی۔

"اور وہ تمہاری سوتیلی اماں کا بھائی آوارہ تو ہے ہی۔ ویسے کس قسم کا آدمی ہے؟ کتنا دلیر ہے۔" یہ آخری سوال تھا۔

"کام کچھ نہیں کرتا۔ ادھر آتا ہے۔ اماں ابا سے چھپ کر پیسے دے دیتی ہیں اور اماں کا یہی خیال ہے، بھائی سے شادی کر کے مجھے ادھر ہی رکھیں گی۔ پہلے بھی سارے گھر کا کام مجھ پر ہے۔ اس طرح بھی میں ہی کروں گی وہ اور ان کی بیٹی عیش ہی کرتی رہیں گی۔"

"ہوں ونڈر فل! اچھی خاصی ذہین عورت ہے یار!" مگر زلفی کو یہ تعریف بالکل بے موقع لگی۔

"بس اب تم گھر جاؤ بہنا! ڈرنا نہیں۔ جب بھی ضرورت ہو، پیغام بھیج دینا۔ ویسے مجھے امید ہے۔ ہم بہت جلد ذہانت کو ذہانت سے ٹکرا دیں گے اور رزلٹ انشاء اللہ حسب منشا ہی ہو گا۔"

"اسفند! مجھے تمہاری صلاحیتوں پر تو بھروسا ہے مگر پتا نہیں کیوں تم پر اعتبار نہیں۔"

زلفی نے کچھ جھجک کر خدشہ بیان کیا۔

جس کا اس نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔ پروین کو گھر روانہ کر کے طارق کے گھر کی طرف چل پڑا۔ زلفی کو بھی پیروی کرنا پڑی۔



"کیا بات ہے۔ کہاں گم ہیں جناب! تین مرتبہ چائے کا پوچھ چکی ہوں۔" اب کے عائشہ بہت زور سے بولی تھی۔

"آہستہ لڑکی! آہستہ۔ تمہاری دادی کی طرح بہرہ نہیں ہوں۔ ان کے ساتھ اونچا بول بول کر تمہیں عادت ہی پڑ گئی ہے۔"

"مجھے ایسی کوئی عادت نہیں پڑی۔ پہلے دو مرتبہ پوچھا۔ کوئی جواب نہیں ملا۔ اس لیے مجھے زور سے چلانا پڑا ویسے لگ رہا ہے۔ کسی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ آخر چکر کیا ہے؟" وہ اب شوخی اور معنی خیز انداز میں پوچھ رہی تھی۔

"بالکل صحیح سمجھی ہو، ہو ناں آخر میری ہی طرح ذہین لڑکی، بس غلطی اتنی ہے کہ چکر میرا نہیں میرے

دوست کا ہے' ویسے تو چھوٹے موٹے مسئلے میں خود ہی نبٹا لیا کرتا ہوں مگر اب تم نے پوچھ لیا ہے تو تفصیل بتائے دیتا ہوں اور اس الجھن کو سلجھن میں بدلنے کی ترکیب سوچنے کی بھی اجازت دیتا ہوں۔"

ساری بات سن کر اس نے افسوس اور مایوسی کے ساتھ نفی میں سر ہلایا اور بولی۔

"بہت مشکل صورت حال ہے۔ بھلا اس کا حل کیا نکل سکتا ہے؟"

"اتنی جلدی ہمت نہیں ہارنا چاہیے۔ ویسے عائشہ! اگر تم ہمارا ساتھ دو تو بات بن سکتی ہے۔"

"نیک کام کے لیے تو میں فوراً تیار ہوں مگر کرنا کیا ہوگا۔"

"تھوڑی اداکاری' تھوڑا ڈرامہ۔"

"ہاں۔ اسکول کالج میں' میں ڈراموں وغیرہ میں حصہ لیا کرتی تھی مگر عملی طور پر کبھی ایسا کرنے کا موقع نہیں ملا۔"

"ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے اور ویسے بھی عورت شادی کے بعد ہی ڈرامے کرتی ہے اور کردار نگاری بھی غضب کی ہوا کرتی ہے۔"

"اسے یہ ڈرامے کرنے پر مجبور کون کرتا ہے۔ مرد ہے نا؟" وہ جھٹ بحث پر اتر آئی۔

"اس موضوع پر میں لگاتار کئی گھنٹے بکواس کر سکتا ہوں اور میرا خیال ہے۔ یہی حال تمہارا بھی ہے مگر فی الحال زلفی اور پروین کا مسئلہ زیادہ اہم ہے۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔ کہو کیا کرنا ہے مجھے؟"

"بس کوئی بہروپ بھر کر ان کے گھر چلی جاؤ اور سیدھی سوتیلی اماں کے دل میں اتر جاؤ۔"

"یہ بھلا کیا بات ہوئی۔ پہلے اچھی طرح سوچ لو پھر مجھے سمجھاؤ۔"

"میرا خیال ہے۔ تم کوئی پروڈکٹ بیچنے والی بن کر چلی جاؤ۔ وہاں جا کر ان کی دونوں بیٹیوں کے حسن کی تعریف شروع کر دینا اور کہنا۔ ایک ٹی وی ڈرامے بنانے والا میرا رشتہ دار ہے۔ تمہاری لڑکیاں تو بنی بنائی ماڈل اور اداکارہ ہیں۔ انہیں یوں ضائع نہ کرو۔ تمہارے گھر کے حالات بھی اچھے نہیں۔ یہ لڑکیاں زیادہ نہیں تو مہینے کا لاکھ دو لاکھ تو کما ہی لیں گی۔"

"ہونہہ! اگر اس نے کہا۔ تم بھی اچھی خاصی ہو' تو کام خود کیوں نہیں کر لیتیں پھر؟"

"اف! ایک تو لڑکیوں کی خوش فہمیاں' بی بی! تم کس نے کہا ہے کہ تم اچھی بھلی ہو اور دوسری بات کہ جب اتنے پیسے کی آفر ہو رہی ہو' بندے کی عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے۔"

"کیا میں اچھی بھلی نہیں ہوں۔ ذلیل خوبرو ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں اچھے خوش شکلوں کو معمولی سمجھتا پھرے۔" عائشہ نے جل کر سوچا۔

"اے کیا سوچنے لگیں' میرا خیال ہے۔ آج شام کو ہی چلتے ہیں۔ نیک کام میں دیر کیسی۔"

اور اس نے اپنی سوچ میں الجھے سنجیدگی کے ساتھ اثبات میں سر ہلا دیا۔

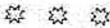
کسی کے کام آنا بہت بڑی نیکی ہے۔ یہ سبق بچپن سے امی دیتی چلی آئی تھیں اور اس نے بھی ہمیشہ یہ نیکی حاصل کرنے کی کوشش کی تھی بس اسی لیے وہ اسفند کے ساتھ چلی آئی۔ بیگ میں لپ اسٹک' مسکارا اور دوسرا بہت سا لیڈیز سامان تھا اور یہ سب زلفی کے پیسوں سے خریدا گیا تھا جسے ڈرامہ مکمل کرنے کے بعد عائشہ نے استعمال میں لانا تھا۔



پروین کا گھر اس کے اندازے سے کہیں زیادہ برے حالوں میں تھا۔ جس وقت وہ بنا دستک دیے گھر کے کھلے دروازے سے اندر داخل ہوئی دو صحت مند لڑکیاں اور ایک خاتون گنے کھانے کا شغل فرما رہی تھیں۔ صحن میں ان ہی گنوں کے چھلکوں نے رونق لگائی تھی کہ بے اندازہ مکھیاں آنگن میں اتری ہوئی تھیں۔ اس گنا کھانے کے مقابلے سے ذرا ہٹ کر صاف رنگت اور معصوم سی صورت والی ایک لڑکی بیٹھی دال چن رہی تھی۔

اسے دیکھ کر یہ تینوں چونکیں جبکہ وہ بدستور اپنے

کام میں مصروف رہی۔ شاید اسے کسی آنے جانے والے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔
"کیا ہے تمہارے پاس؟" سانولی صحت مند لڑکیاں اپنا شغل ادھورا چھوڑ کر اس کی جانب لپکیں۔
"میرے پاس ہر وہ چیز ہے جو آپ دونوں خوب صورت لڑکیوں کو مزید خوب صورت بنا سکتی ہے۔"
"اماں! آج تو کچھ لے دو۔" تعریف پر دونوں کی گردن کچھ اکڑ گئی تھی۔
"کہاں سے لے دوں، نہ میرے گھر میں سونا دبا ہوا ہے نہ چھپر پھاڑ کر ابھی تک اللہ نے دیا ہے۔ چلو لڑکی! اٹھاؤ سامان اور نکلو یہاں سے۔" اب اسے ڈانٹ کر کہا گیا۔
"ارے آپ۔ کیا نام ہے آپ کا؟" وہ ڈانٹ نظر انداز کر کے بڑی والی موٹی سے پوچھنے لگی۔
"زرینہ نام ہے میرا، آپ دکھاؤ تو لائی کیا کیا ہو؟" زرینہ کا بس نہیں چل رہا تھا۔ کسی طرح اس کے بیگ میں گھس جائے۔
"آپ کا چہرہ کتنا دلکش ہے۔ بالکل ٹی وی کے کسی ایڈ میں چلنے والی ماڈل کی طرح اگر میں آپ کو ٹی وی پر آنے کی آفر کروں تو کیا آپ قبول کریں گی؟"
"اماں!" مارے مسرت کے مزید بولا نہیں گیا حیرت اور خوشی کے ساتھ وہ آنکھوں میں پیار سموئے عائشہ کو تک رہی تھی۔
"اے کیا کہا۔ ٹی وی پر کام اور یہ، وہاں تو بڑی فیشن ایبل اور پڑھی لکھی لڑکیاں آتی ہیں۔" اب کے اماں صاحبہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر قریب چلی آئیں۔
"وہ ٹی وی پر آکر ہی تو ماڈرن ہوتی ہیں۔ آپ کی بیٹیاں تو بہت ہی خوب صورت ہیں جلد ہی ٹاپ کلاس ماڈل بن جائیں گی۔ کم سے کم مہینے کا لاکھ ڈیڑھ لاکھ تو کما ہی لیں گی۔"
"لل، لل لاکھ۔" اماں تو ہانپ گئیں لڑکیاں بھی مزید بول نہیں سکیں۔
"اگر آپ کو منظور ہو تو کل میں اپنے اس کزن کو لے آؤں گی جو ٹی وی ڈرامے اور اشتہارات بناتا ہے۔"
"ہاں ہاں بچی! منظور کیوں نہیں۔ ان کا ابا تو بس اتنا ہی کماتا ہے کہ روپیٹ کے مہینہ پورا ہوتا ہے۔ میں نے تو کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ میری بچیاں ایسی چمک دار قسمت کی مالک ہوں گی۔ اتنا کمائیں گی کہ ہمارے دن پھر جائیں گے۔"
"اچھا میں چلتی ہوں۔ کل کزن کو لے کر آؤں گی۔"
"نہیں نہیں۔ ایسے کیسے جا سکتی ہو، کچھ چائے پانی ہو جائے۔"
عائشہ اب یہاں سے نکلنا چاہ رہی تھی اور وہ چھوڑنے کو تیار نہیں تھیں۔
تقریباً" ایک گھنٹے کے بعد چائے، سموسے کیک کھا کر جب وہ باہر نکلی تو اس سرد شام میں بائیک لے کر اس کے انتظار میں گلی کے کونے پر کھڑا اسفند چھٹی چھینک مارنے کی تیاری کر رہا تھا۔



اگلے روز جب وہ ان کے ہاں پہنچی، استقبال پہلے سے بھی زیادہ شان دار تھا اور آج تو وہ ان کے دروازے کے عین سامنے اچھی سی گاڑی سے اتری تھی۔ زلفی ان کے کہنے پر پروین کو پیغام بھجوا چکا تھا۔
"گاڑی کی آواز سنتے ہی دروازہ تم نے کھولنا ہے۔"
اور اس نے ایسا ہی کیا۔ گاڑی میں اسفند کے ساتھ ساتھ طارق بھی موجود تھا۔ دونوں نے بڑی بڑی مونچھیں اور ہلکی سی داڑھی لگا رکھی تھی اور کپڑوں کا رنگ بھی تقریباً" ایک جیسا تھا۔ عائشہ کو ڈراپ کر کے اسفند نے دوست سے ادھار لی ہوئی گاڑی آگے بڑھا دی۔
"اچھا اچھا، آج کزن خود چھوڑنے آیا تھا تمہیں تو اندر کیوں نہیں بلایا۔ وہ بھی دونوں لڑکیوں کو دیکھ لیتا۔"
آج تو لڑکیوں کے ابا اور آوارہ ماموں بھی گھر پر موجود تھے اور عائشہ کو ڈر لگ رہا تھا مگر بظاہر وہ بااعتماد

تھی۔ بولی۔

"آپ نہیں سمجھتیں۔ ان لوگوں کے بڑے نخرے ہوتے ہیں۔ لڑکیوں کو ان عام سے حلیوں میں دیکھ کر شاید انکار کردیتے میں پہلے انہیں پارلر لے کر جاؤں گی۔ خوب سجا بنا کر پھر ان کے آفس لے کر جاؤں گی۔"

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔" اماں ابا نے اتفاق کیا۔

"ہمارے بارے میں کیا خیال ہے مس جی! ہمیں بھی کوئی چانس دلوا دو۔"

آوارہ ماموں نے آنکھیں نشیلی بنا کر اور ذرا سائیڈ پوز دے کر اپنے بارے میں رائے طلب کی۔

"جی یہ لڑکیاں ایک بار شوبز میں کامیاب ہو جائیں پھر آپ تو کیا یہ امی ابا بھی آسکتے ہیں۔"

"ہائے میں۔" اماں شرمائیں پھر بولیں۔

"ایک زمانہ تھا شبنم، شمیم آرا کی فلمیں دیکھ دیکھ کر مجھے بھی فلموں میں کام کرنے کا بڑا شوق ہوتا تھا مگر اب تو عمر ہی گزر گئی۔ چلو ہیروئین نہ سہی مگر اچھے گھریلو کردار تو میں اب بھی کر سکتی ہوں۔ اداکاری کے جراثیم تو مجھ میں بچپن سے ہیں۔"

"کبھی خاموش بھی رہا کرو آپا! میں اپنی بات کر رہا تھا، درمیان میں تم نے اپنی تقریر شروع کردی ہے۔"

ماموں نے بدتمیزی سے ٹوکا۔ عائشہ نے ٹائم دیکھا اور جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔



"گڈ! ابھی تک تم کامیاب جا رہی ہو۔ امید ہے آگے بھی کامیاب رہو گی۔ ارے اسفند کی ترکیب کبھی فیل ہو ہی نہیں سکتی۔"

"اسفند کی ترکیب، اچھا اور جو میں وہاں جا کر اداکاریاں کرتی رہی ہوں، وہ کسی گنتی شمار میں ہی نہیں۔ ٹھیک ہے اب اسفند ہی اپنی ترکیبوں کے ساتھ وہاں جائے گا، میں تو ہرگز نہیں جاؤں گی، ارے کیسی دنیا ہے یہ۔ روز روز اس آوارہ ماموں، اس کی لڑاکا بہن، مکار بھابیوں کے نرغے میں گھنٹہ سوا گھنٹہ میں لرزتی رہوں اور داد ملے میں جناب اسفند صاحب۔"

"نہیں، نہیں بہن! اس کو تو عادت ہے اپنی تعریفیں کرنے کی ورنہ ہم سب سمجھ رہے ہیں سارا کارنامہ آپ کا ہے۔"

طارق کہہ رہا تھا۔ زلفی، اصغر اور عطا برابر اثبات میں سر ہلا رہے تھے۔ اسفند ٹانگ پر ٹانگ جمائے یوں بیٹھا تھا جیسے اس کا کوئی بھی جملہ سنا ہی نہ ہو۔

کافی دیر تعریفیں کرنے کے بعد آخر عائشہ کو راضی کر ہی لیا گیا۔

"اب آدھا کام تو ہو گیا، باقی آدھا باقی ہے۔" اچانک اس نے گہرے پرسوچ انداز میں کہا۔

"آدھا، کیسا آدھا؟" سب پوچھنے لگے۔

"بھئی۔ تم سب کے سب زلفی کے والدین کو کیوں بھول رہے ہو۔ میرا تو خیال ہے، دونوں کسی طوفان سے کم ہرگز نہیں۔"

"ہاں واقعی، یہ تو خیال ہی نہیں آیا۔" سب اور خاص کر زلفی ایک بار پھر اداس اور ناامید دکھائی دینے لگا۔

"اکلوتے بیٹے ہیں زلفی بھائی ان کی خوشی سے زیادہ انہیں بھلا اور کیا عزیز ہو گا۔"

"نہیں عائشہ بہن! نہیں۔ بس اکلوتا ہونا ہی تو مصیبت ہے۔ وہ کہتے ہیں 'اکلوتے ہو' ہم نے نازو نعم میں پالا ہے۔ اب ہماری ہر خواہش پر پورا اترنا تمہارا فرض ہے' میں تو بھول ہی گیا تھا۔ مگر اسفندیار! کچھ کرو وہ سر تھام کر بیٹھ گیا۔

"ہاں۔ میں کروں یا آپ کریں گے؟"

"پتا نہیں اس وقت واقعی اسفند کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ تھی یا عائشہ کو ہی ایسا محسوس ہوا تھا۔

"نہیں اسفند! ترکیب تم لڑاؤ گے۔ مجھے صرف تمہاری عیاری، مکاری پر بھروسا ہے۔ تم ہی پروین کو میرا بنا سکتے ہو۔"

"یہ جانتے ہوئے بھی کہ بعد میں سارا کریڈٹ تم لینے کی کوشش کرو گے۔ میں اس کے لیے تیار

ہوں۔"
عائشہ روٹھے سے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"تسی گریٹ ہو جی اور اب اٹھ کر ہمیں چائے ہی پلوا دو۔ امی اور دادی بھی گھر آنے والی ہوں گی۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ اچھی بچیوں کی طرح کچن میں دکھائی دو اور چائے بنا کر ادھر ہی سے آواز دے دینا۔ ان دونوں کی موجودگی میں یہاں آنے کی ضرورت نہیں جہاں بقول والد صاحب زمانے بھر کے نکمے لفنگے بیٹھے ہیں۔"

"یہ رائے ہے تمہارے والد کی ہمارے بارے میں۔" اصغر جذباتی ہو گیا۔

"اور ہم میں ان کا اپنا بیٹا بھی تو شامل ہے ویسے تمہاری آپا جی کو بھی میں نے ایک روز ہم سب کے بارے میں ایسے ہی الفاظ ادا کرتے سنا تھا۔"

"ان کے کیا کہنے، عادت ہے انہیں۔" اصغر کی جذباتیت شرمندگی میں ڈھل گئی۔

"پتہ نہیں میرے ابا جی کے دل میں میرے لیے محبت کیوں نہیں؟"

"پروین کی محبت کیا کم پڑ گئی ہے جو مزید کی طلب ستانے لگی ہے لالچی انسان۔"

"اوہو، میرا مطلب ہے۔ وہ کیوں میری بات نہیں مان لیتے۔"

"اچھا کیا تم نے انہیں پروین کے بارے میں بتایا ہے؟"

"نہیں، مجھے کیا جوتے کھانے ہیں۔"

"پھر کیا انہیں الہام ہو گا۔"

"اسفند! تم تو ہر بات میں جرح کرنے بیٹھ جاتے ہو۔"

"اسفند ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے، ایک بار ان سے بات کر کے تو دیکھو۔"

"اچھا اگر تم لوگ کہتے ہو تو کر لوں گا مگر اسفند! پھر تم میرے ساتھ میرے گھر چلو۔ جو بھی بات ہو گی تمہارے سامنے ہو گی۔"

"لو جی، نہ پوچھی نہ گچھی، تے میں لاڑے دی پھوپھی۔" بھلا میں کیوں تمہارے ساتھ چلوں۔ تمہارے خالص گھریلو مسئلے میں میرا کیا رول۔"

"کیوں تم میرے دوست نہیں ہو کیا؟"

"تمہارا دوست ہوں، اس لیے مدد کر رہا ہوں مگر تمہارے ابا کا دوست نہیں ہوں، وہ مجھے اپنی میٹنگ کے دوران برداشت نہیں کر سکیں گے۔"

"ایسا کرتے ہیں، میرے اور پروین کے بارے میں تم ہی مناسب لفظوں میں انہیں بتاؤ اور قائل کرنے کی کوشش بھی کرو۔"

"یہ سب تو بعد کی باتیں ہیں زلفی! پہلے تم خود اپنے والدین سے بات کرو، خوامخواہ بے چارے اسفند کو کیوں مشکل میں ڈالتے ہو۔" طارق نے سمجھانے کی کوشش کی۔

"مجھے یقین ہے۔ میری بات مکمل ہونے سے پہلے ہی ابا پشاوری چپل اٹھالیں گے مگر اسفند کو تو کچھ بھی نہیں کہیں گے۔"

"محبت میں چپلیں، چھیڑیں سب کھانی پڑتی ہیں۔ ڈرو نہیں، پہلے خود بات کرو پھر اگر مزید جذباتی پروگرام کی ضرورت ہوئی تو میں اینٹری دے دوں گا۔"

"اب میں کیا کہوں۔ یہی تو مصیبت ہے۔ تم سب کی رائے ہمیشہ ایک ہوتی ہے۔"

"مجھے مت گھسیٹو، میں نے کچھ نہیں کہا۔" اصغر نے احتجاج کیا۔

"نہیں، نہیں تم بھی کہو اگر کوئی ترکیب ہے تمہارے ذہن میں تو کہہ دینا ہی مناسب ہے۔" عطا کے اکسانے پر وہ منہ بنا کر بولا۔

"مجھے تو یہ سارا قصہ ہی بکواس لگتا ہے نہ میں نے کبھی عشق و محبت کی ہے نہ کروں گا۔"

"چلو جی مٹی پاؤ۔" سب ہنس پڑے جس پر اصغر کچھ خفا سا ہو گیا۔

✲ ✲ ✲

زلفی نے گھر بات کی۔ نتیجہ اس کی توقع کے عین مطابق رہا۔ ابا جی نے پوری بات سننے کی زحمت ہی

نہیں کی گرجنے لگے۔ امی جی بھی پیچھے نہیں رہیں۔ زلفی کو جان بچا کر گھر سے بھاگنا پڑا۔
اس کے بعد اسفند ایک ایسے ٹائم پر اس کے گھر گیا جب ابا جی کے ہونے کا امکان صفر تھا۔ جا کر پروین کی خوبیاں بیان کیں جن میں سے ایک یہ تھی۔ "آگے پیچھے کوئی نہیں۔ دب کر رہے گی۔ اکلوتی بہو اگر سعادت مند ہو تو زندگی سنور جاتی ہے۔"
"ہاں۔ یہ تو ہے مگر مجھے اکلوتے بچے کی شادی کا اس قدر ارمان ہے۔ اس کی بہن تو کہتی ہے' دس جوڑے سے کم نہیں بناؤں گی کیا فائدہ جو ادھر کوئی دیکھنے والا' استقبال کرنے والا ہی نہ ہو۔ میرے اور آسیہ کے سارے ارمان ہی جی میں رہ جائیں گے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ لڑکی بے شرم ہے۔ میرے معصوم بچے کو پھانسا ہے اس نے۔ ایسی ویسی کو میں گھر نہیں لا سکتی۔"
"اس نے کہاں پھانسا ہے' زلفی کی ہی اس کے محلے کے دو لڑکوں سے دوستی ہے۔ ادھر آتے جاتے اس کو دیکھ لیا۔ پہلے خط وغیرہ بھیجنے کی کوشش کی۔ اس نے جواب نہیں دیا۔ ایک دن وہ قسمت کی ماری سبزی لینے گھر سے نکلی۔ زلفی نے راستہ روک کر ہاتھ پکڑ لیا۔ لڑکی نے وہیں رونا شروع کر دیا۔ محلے والے اکٹھے ہو گئے' ان میں لڑکی کا بد معاش سوتیلا ماموں بھی شامل تھا۔ اس نے کہا میری بھانجی کے ساتھ یہ حرکت کی ہے۔ خمیازہ بھگتنے کو تیار ہو جاؤ۔ ابھی زلفی کو دو ہی ہاتھ پڑے تھے کہ اتفاقاً" میں ادھر آنکلا۔ بڑی مشکل سے بیچ بچاؤ کروایا۔ اس نے کہا ایک شرط پر چھوڑوں گا۔ یہ اب میری بھانجی سے شادی کرے۔ ساری گلی کے سامنے ہاتھ پکڑا ہے' اب ساری گلی کے سامنے ڈولی بھی لے کر جائے۔ زلفی نے وعدہ کیا ایسا ہی ہو گا۔ کہنے لگا اگر ایسا نہ ہوا تو سن لو' میرا نام شیرا ببلو ہے کہیں اور بارات لے کر گئے تو باراتیوں کو ہسپتال اور قبرستان پہنچاؤں گا۔"
"ہائے ہائے وے تیرا ستیاناس زلفی' ایسا آوارہ ہو گیا ہے تو راہ جاتی لڑکیوں کے ہاتھ پکڑتا ہے اور وہ اس کا بد معاش ماموں۔ ہائے نی میرا تو ایک ہی پتر ہے۔"
"اب دیکھیے یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو آپ کو زلفی ہرگز نہیں بتا سکتا تھا نہ ہی اپنے ابا سے کہہ سکتا ہے۔ آپ اب کوئی ترکیب لڑائیں۔ اس کے ابا کو راضی کریں اور اس شریف لڑکی کو جس کے کردار پر صرف آپ کے بیٹے کی وجہ سے باتیں بن رہی ہیں گھر لے آئیں ورنہ اس کی سوتیلی ماں نے تو اس کا جینا حرام کر رکھا ہے۔ زلفی کا نام لے لے کر طعنے مارتی ہے۔"
"اس کے ابا پر میرا کوئی زور نہیں' ان کے غصے کو تم نہیں جانتے۔"
"ارے چھوڑو بھی پھوپھی! بھلا تمہارے غصے کے آگے وہ کبھی ٹھہر سکے ہیں۔ کئی بار میں نے دیکھا ہے' ادھر تم نے گھوری ڈالی ادھر وہ دبک کر اپنے کمرے کی طرف چل دیے۔ سچ بتاؤ' ایسا رعب و دبدبہ' ایسا جلال مزاج میں آیا کیسے؟ مجھ سے تو محلے کے بچے تک نہیں ڈرتے۔"
"بس اپنی اپنی شخصیت ہوتی ہے۔" پھوپھی اک ناز سے ہنسیں اور بھول ہی گئیں ابھی وہ خود کو تابعدار بیوی اور شوہر کو جلاد قرار دے رہی تھیں۔
"ہاں شخصیت تو بھاری بھر کم ہے ہی۔ میں تو زلفی سے کہہ رہا تھا ادھر پروین بے چاری ماں کے عتاب میں ہے' یہاں ساری عمر پھوپھی سر نہیں اٹھانے دیں گی مگر مسئلہ بد معاش ماموں کا ہے۔ وہ زلفی پر پوری نظر رکھے ہوئے ہے کسی اور کو دلہن بن کر اس گھر میں نہیں آنے دے گا۔"
"ہائے میرے نصیب' ایک ہی بیٹا وہ بھی ہمیشہ مسئلے مسائل بڑھانے والا۔ اب تم ہی بتاؤ کیا کروں۔ کدھر جاؤں۔ میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔"
"مجھے بھی تازہ تازہ تو جھٹکا لگا ہے۔ دماغ ماؤف ہو ہی جاتا ہے' ٹھنڈا پانی پیجیے پھر لمبے لمبے سانس لیں یا پہلے لمبے سانس لے لیں پھر پانی پی لیں' بس جیسے آپ کی مرضی۔ اس کے بعد کوئی حل سوچیے' بس آپ کے بیٹے کی قیمتی جان کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔"
"ہاں ہاں۔ میں سمجھتی ہوں اور ذرا دیکھو تو زلفی کو۔

را تو خون کھول رہا ہے۔ گھر آلینے دو' ایک مرتبہ تو اچھی طرح خبر لیتی ہوں۔"

"چھوڑو بھی پھوپھی جی! وہ پہلے ہی بڑا شرمندہ ہے۔"

"ناں' میں تو جوتیاں لگائے بغیر چھوڑنے والی نہیں اوں۔"

"اچھا پھر میں چلتا ہوں۔ اب تو سب سے ضروری کام زلفی سے فوراً" ملاقات اور اسے ساری صورتحال سے آگاہ کرنا ہے۔"



"کہاں رہ گئے تھے؟" گھر آیا تو پہلی ملاقات عائشہ سے ہوئی۔

"ضروری کیس پر کام کر رہا تھا۔ تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"میں اس لیے پوچھ رہی تھی کہ آج آپ کے ابا بڑے جلال میں ہیں جناب۔"

"شکریہ۔ بروقت اطلاع دے دی تم نے۔" اب جو اگلا قدم اٹھایا وہ لڑکھڑاتا ہوا تھا اسی طرح چلتا لاؤنج تک آیا جہاں سب ہی اہل خانہ مونگ پھلیوں سے جی بہلا رہے تھے۔

"تمہیں کیا ہوا؟" سب سے پہلے امی کی نظر پڑی۔ گھبرا کر اٹھیں اور سب ادھر ہی متوجہ ہو گئے۔

"کچھ نہیں۔ بس چھوٹا سا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔"

"یا اللہ خیر!" امی لپکیں۔ ابو نے بھی مونگ پھلیوں سے بھری پلیٹ کارپٹ پر پھینکی اور بڑھ کر لال کو تھام لیا۔

"کیا ہوا' لڑکا لنگڑا کیوں رہا ہے؟" دادی' عائشہ سے پوچھ رہی تھیں۔

"اسی سے پوچھ لیجئے گا۔" وہ منہ بنا کر کچن کی طرف چل دی' مڑ کر دیکھا۔ ہائے وائے کرتے اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"ڈرامے باز' زہر لگ رہا ہے اس وقت۔"

اگلے روز امی نے اپنے ہاتھوں سے اس کے لیے سوپ تیار کیا۔ کام والی آئی تو اس سے کہہ کر دیسی انڈے منگوائے۔

"امی! دودھ یا بالائی ڈال کر تھوڑا سوجی کا حلوہ بھی بنا دیں۔ بڑی کمزوری محسوس ہو رہی ہے۔"

"ہاں ہاں میرے بچے' کیوں نہیں۔ وہ بھی تیار کر دوں گی۔"

"بس کرو۔ بہت اداکاری کر لی تم نے۔" امی کے جاتے ہی عائشہ بول اٹھی۔

"تم سے کس نے کہا کہ میں اداکاری کر رہا ہوں۔"

"بس مجھے مت بناؤ۔ میرے سامنے جب تم گھر میں داخل ہوئے اچھے بھلے چل رہے تھے۔"

"نظر کا دھوکا ہے' میں تب بھی مجروح تھا مگر ضبط سے کام ضرور لے رہا تھا۔ جب تم نے بتایا' ابو کڑے تیور لیے منتظر ہیں تو میں نے سوچا۔ درد کو چھپا کر مزید درد مول لینے سے کیا فائدہ۔"

"نہیں۔ جھوٹ بول رہے ہو۔" اسے یقین نہیں آیا۔

"چلو نہ مانو ویسے بھی تمہیں یقین دلا کر مجھے کیا مل جائے گا کون سا تم نے میری سیوا کرنی ہے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے مگر کیا واقعی' اچھا پھر سوری۔ میں تو کل سے تمہیں پاکستان کا بہترین ایکٹر قرار دے رہی ہوں۔"

"جاؤ میرے لیے ایک دو کباب ہی فرائی کر لاؤ۔ بستر پر پڑے پڑے بھوک بھی بہت لگتی ہے۔"

وہ اثبات میں سر ہلا کر چلی گئی۔ اب اسفند نے مسکراہٹ دبانے کی کوشش نہیں کی۔

شام کو اس کے سب ہی دوست اس کے کمرے میں جمع تھے۔

"کیسے ہوا یہ حادثہ؟ مجھے تو تمہاری کام والی سے پتہ چلا کہ ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔"

"ہاں کام والی کو جو پتا تھا۔ اس نے وہی بتانا تھا۔" اس نے کمبل ایک طرف پھینکا اور انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھا۔

"یہ کیا؟ کسی نئے پروجیکٹ پر کام کر رہے ہو کیا؟"

"نہیں یار! ایک سی روٹین سے بور ہو گیا تھا۔"

چاروں ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔

"تم لوگ کیوں ناراض ہو رہے ہو۔ کون سا بستر پر لیٹ کر تم سے خدمتیں کروائی ہیں۔"

"اسفند! بور مت کرو۔ یہ بتاؤ بستر کب چھوڑو گے۔"

"بس آج شام تک چال میں ہلکی سی لنگڑاہٹ رہ جائے گی۔ کل تک بالکل ٹھیک۔"

"میری امی نے کل مجھے بہت برا بھلا کہا۔ جوتیوں سے مارا اور یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا۔" زلفی ناراض تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے پھر میں جا کر کہہ دیتا ہوں۔ جھوٹ بولا تھا میں نے، زلفی نے کسی لڑکی کا ہاتھ نہیں پکڑا۔ کسی ماموں نے کوئی تڑی نہیں لگائی۔"

"بس اب رہنے دو۔ مار تو میں کھا ہی چکا ہوں۔"

"یہ بتاؤ پھوپھی جان کی اب مرضی کیا ہے؟"

"مرضی کا مجھے نہیں پتا، ویسے پروین کا ذکر بے چاری لڑکی کہہ کر رہی تھیں اور سارا قصور میرے سر ڈال رہی تھیں۔"

"آدھی مبارک باد قبول کرو۔"

"ابھی ابا کا مسئلہ تو بیچ میں ہے۔ وہ نہیں مانیں گے۔ چاہے تم کہانی میں ایک کے بجائے چار بدمعاش ماموں شامل کر لو۔"

"تم باپ کے دل کو پہچانتے ہی نہیں۔ احمق! وہ ایک نہ ایک دن ضرور مان جائیں گے۔"

"اس کے لیے بھی کیا مجھے مار کھانا پڑے گی۔ ابا جی تو اب تک ڈنڈا اٹھانے سے دریغ نہیں کرتے۔"

"پتا نہیں۔ فی الحال میں نے کوئی پلان تیار نہیں کیا۔"

"مجھے تمہارے کسی پلان کی سمجھ نہیں آ رہی۔ فرض کرو امی جی ڈر کے مارے راضی ہو بھی جاتی ہیں تو کیا پروین کے گھر والے مان جائیں گے۔ وہ بدمعاش لفنگا جو پروین سے آس لگائے بیٹھا ہے۔ وہ کیا چھوڑ دے گا اسے۔"

"تم پریشان مت ہو۔ پریشانی صورت کو بگاڑ دیتی ہے۔ بگڑی صورت پر دولہا بن کر خاک روپ چڑھے گا۔"

"جس جس نے چائے پینی ہے، دروازے کے قریب ٹرے رکھی ہے اٹھا لے، میں جھوٹوں کی محفل میں ایک منٹ کے لیے بھی شریک ہونا پسند نہیں کروں گی۔"

"چائے بنانے کا شکریہ۔ آپ کے اندر آنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اسفند کی آواز سن کر وہ بڑے ناراض انداز میں اندر آئی اور بولی۔

"مجھے بھی دھوکا دینے کی کوشش کی۔ مجھ سے بھی جھوٹ بولا۔ سن لی ہیں میں نے ساری باتیں۔ کوئی چوٹ ووٹ نہیں لگی۔"

"اچھا اب جاؤ بھی، ہم بڑی اہم گفتگو کر رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، اب بھیجنا مجھے پروین کے گھر۔ جاؤں گی اچھی طرح۔" وہ پیر پٹختی واپس چلی گئی۔

"یہ تو خفا ہی ہو گئیں۔ کیا ان کی ناراضی سے میرے بنے بنائے کام پر اثر پڑ سکتا ہے؟"

"اثر کی بات تو تب ہو جب کام بن گیا ہو۔ فی الحال کچھ نہیں بنا۔ اس لیے آرام سے بیٹھ کر چائے پیو۔"



آنے والے دنوں میں زلفی کی والدہ تو راضی ہو گئیں مگر والد کی رضامندی کے لیے اسفند کے مشورے پر زلفی کو جھوٹ موٹ کا زہر کھانا پڑا۔

ہزار گالیاں دینے کے بعد آخر والد صاحب نے بھی رضامندی دے دی۔

اسفند اس وقت گھر پر تھا اور دادی سے ان کی جوانی کے قصے نہایت دل جمعی سے سن رہا تھا۔ ویسے یہ صرف آج کی بات نہیں تھی جب بھی گھر پر ہوتا انہیں خصوصی توجہ دیتا۔ فی الحال وہ صرف خوش تھیں۔ اتنی

توجہ کیوں دی جا رہی ہے۔ گہرائی میں جا کر غور کرنے کی ہمت نہیں کی تھی۔

"اصغر آیا ہے بڑا خوش دکھائی دے رہا ہے اور تمہیں بلا رہا ہے۔" امی نے آکر اطلاع دی۔

"اوہو! ایک تو یہ لڑکا میرے گھر آکر مہذب بننے کے چکر میں پڑ جاتا ہے۔ اب جب تک میں نہیں کہوں گا' اندر نہیں آئے گا۔"

"اچھا دادی! یاد رکھیے گا' ہمارا قصہ وہاں تک ہے جب عائشہ کے مرحوم دادا نے آپ کو سبز چوڑیاں لا کر دی تھیں اور آپ کی نند نے پواڑا (جھگڑا) ڈال دیا تھا' اب ذرا میں اصغر کو دیکھ لوں' امید ہے ملاقات لمبی ہو گی۔"

اصغر کو لا کر کمرے میں بٹھایا اور بولا۔

"کیا بات ہے۔ باچھیں چیر کے مسکرا رہے ہو۔ تم جب بھی ایسے مسکراتے ہو' میرا دل بیٹھنے لگتا ہے۔"

"زلفی کے ابا مان گئے ہیں۔"

"کیا تمہیں مان گئے ہیں؟"

"او نئیں یار! زلفی اور پروین کے بیاہ کے لیے مان گئے ہیں۔ سب دوست طارق کی بیٹھک میں جمع ہیں' میں تمہیں لینے آیا ہوں جلدی چلو۔"

"ایسی جلدی کیا ہے' آرام سے چلتے ہیں۔ امی چکن فرائی کر رہی ہیں کم از کم وہ تو کھا لینے دو۔"

"اچھا یہ بات ہے تو ایک دو بلکہ تین بوٹیاں میرے لیے بھی لے آؤ۔" اصغر بھی کرسی پر ڈٹ گیا۔

جب یہ لوگ طارق کے ہاں پہنچے' وہاں سب انتظار سے بور ہو کر دونوں کو ٹھنڈے میٹھے القابات سے یاد کرنے میں مصروف تھے۔

"کہاں مر گئے تھے دونوں؟" دیکھتے ہی استقبال کو لپکے۔

"بس بس۔ زیادہ اچھل کود کی ضرورت نہیں۔ طارق یار! ٹھنڈی بوتلیں تو پکڑ لا۔ گرم گرم فرائی چکن کھا کر بڑی گرمی لگ رہی ہے۔"

"اچھا دعوتیں اڑائی جا رہی تھیں اور ہم یہاں انتظار میں سوکھ رہے تھے۔" تینوں ناراض دکھائی دینے لگے۔

"ہاں جی تو تازہ خبر جو مجھ تک پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ زلفی صاحب کے ابا جی راضی ہو گئے ہیں۔ کس طرح راضی ہوئے۔ یہ بھی میرا ہی بنایا ہوا منصوبہ ہے۔ اس لیے تفصیلات میں جا کر وقت ضائع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ صرف اتنا بتاؤ کہ اب کیا چاہتے ہو؟"

"ہم تو اس اہم موقع پر زلفی سے [illegible] چاہ رہے تھے۔ مگر تم گھر سے ہی کھا پی کر آ رہے ہو۔"

"لو ہم نے کون سی ڈشیں کی [illegible] کر لی ہیں۔ اب دو گھنٹے بعد ہم [illegible] کے لیے بالکل تیار ہوں گے۔ زلفی! تم دل چھوٹا نہ کرو ہم تمہاری جیب خالی کر کے رہیں گے۔"

"میں جیبیں خالی کروانے کو تیار ہوں۔ [illegible] خوش ہوں میں۔ مجھے امید نہیں تھی' ابا جی مان جائیں گے۔"

"والدین کے دل اولاد کے لیے [illegible] جاتے ہیں۔ اب تمہارا فرض ہے' تاعمر ان کی اس مہربانی کو یاد رکھو اور دوبارہ کسی معاملے میں ان کا دل نہ دکھاؤ۔"

"اب یہ بتاؤ۔ پروین کے گھر والوں کو کس طرح راضی کریں گے؟"

"ان کی تم فکر نہ کرو بلکہ یوں سمجھو وہ راضی [illegible] بارات کے استقبال کو ہار پھول لیے گلی سے [illegible] والی مین روڈ پر آ گئے ہیں۔"

"آج میں بہت خوش ہوں۔ اس لیے تمہاری ہر بات اچھی لگ رہی ہے۔ چلو کہیں باہر چلتے ہیں۔ کافی دیر گھومیں پھریں گے پھر کسی اچھی سی جگہ پر کھانا کھائیں گے۔"



"ناں بابا' اتنی بڑی بات کے لیے میں اکیلی پروین کے گھر جاؤں۔ مجھے تو اس لفنگے ماموں سے پہلے ہی بڑا ڈر لگتا ہے اور اب میں شادی کی بات کروں' تم نے مجھے اتنا فالتو کیوں سمجھ رکھا ہے۔"

"فالتو اور تمہیں سمجھوں گا۔ میرے دل سے

پوچھو، تم کتنی اہم ہو میرے لیے۔"

عائشہ نے چونک کر اسفند کی طرف دیکھا۔

"اکیلے بھیجنے کا تو میرا بھی ارادہ نہیں تھا۔ میں ساتھ جاؤں گا۔ گھر کے آس پاس رہوں گا۔ ویسے تمہیں یقین دلاتا ہوں۔ ایسا کچھ نہیں ہوگا بلکہ تمہیں ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔"

"یہ دو دلوں کا معاملہ ہے پھر پروین ویسے بھی بہت مظلوم لڑکی ہے اور خدمت خلق میرا ہمیشہ سے شوق رہا ہے۔ اس لیے میں تم لوگوں کی ہیلپ ضرور کروں گی۔"

"چلو جلدی یاد آگیا کہ خدمت خلق تمہارا شوق ہے۔ اب ادھر بیٹھو اور مجھ سے پوری تفصیل سنو کہ تم نے کرنا کیا ہے۔"

اسفند نے ساری بات سمجھائی۔ اس کے بعد وہ تیار ہوئی۔ دادی سے سوٹ خریدنے کا بہانا کر کے اسفند کے گھر سے نکلنے سے پانچ منٹ پہلے اکیلی باہر نکل گئی۔

"ایک تو اس لڑکی کی دلیری سے میرا جی بڑا گھبراتا ہے۔ ہر جگہ اکیلی چل پڑتی ہے جیسے ساری دنیا اس کے باپ کی جاگیر ہے۔ ایک ہمارا زمانہ تھا۔ اکیلے تو دور کی بات اماں باوا کے ساتھ بھی باہر نکلنا ایک خواب ہی تھا۔ جوان لڑکی کو سات پردوں میں چھپا کر رکھا جاتا تھا۔"

"اس کی داستان میں آکر سنوں گا اور آپ کو بتاؤں گا اگر میں اس دور میں ہوتا تو سات پردوں میں سوراخ کس طرح کرتا' ابھی وقت نہیں ہے' مجھے زلفی کی سسرال جانا ہے۔"

"زلفی کی سسرال' کیا وہ شادی شدہ ہے۔ کمال ہے اسے دیکھ کر تو کبھی اندازہ نہیں ہوا اور تم کس خوشی میں اس کی سسرال جا رہے ہو۔ تمہارا بھلا وہاں پر کیا کام؟"

"اس کی ساس میری بڑی معتقد ہے کہتی ہے' تمہارا قدم میرے گھر پڑتا ہے تو میرے بھاگ جاگ جاتے ہیں کبھی بانڈ نکل آیا۔ کبھی بھائی نے دوبئی سے پیسے بھیج دیے تو کبھی تمہارے چچا کے دل میں اچانک میری محبت امنڈ آئی۔"

"اچھا!" دادی نے دلچسپی سے اس کی طرف دیکھا تھا۔



جس وقت عائشہ' پروین کے ہاں پہنچی۔ سب سے پہلے ماموں پر نظر پڑی۔ کلیجہ دھک سے رہ گیا۔ سارے راستے ہی دعا کرتی رہی تھی۔ اسفند تسلی دیتا رہا تھا مگر ماموں کو دیکھتے ہی حوصلے ڈھے گئے۔

"آؤ مس جی! بڑے دنوں بعد شکل دکھائی ہے۔ ہم تو سوچ رہے تھے چکمہ دے گئی ہو۔"

"تو میں نے کون سے تم لوگوں سے روپے اینٹھے تھے جو چکمہ دینے کی بات کرتے ہو۔" اسے راہوں میں بچھتے دیکھا تو ڈر کچھ دور ہوا۔

"او بس جی تالیم (تعلیم) ذرا کم ہے۔ پتہ نہیں ہے۔ کہاں کیا بولنا ہے۔ معاف کر دو ناراض نہ ہونا' آپاں او آپاں' راجی! ساجی! دیکھو توٹی وی پر کام دلانے والی مس جی آئی ہے۔"

اس نے آواز لگائی اور آن کی آن میں تینوں موجود تھیں۔ راجی بھاگ کر اس کے لیے اندر سے کرسی لے آئی۔ ساجی کو اماں نے میز لانے کو کہا پھر پروین کو آواز دے کر چائے بنانے کا آرڈر دیا۔

"آج میں ایک ضروری اور کچھ عجیب و غریب کام سے آئی ہوں۔" وہ بس جلدی کہہ دینا چاہتی تھی۔

"کیا' کہیں یہ تو نہیں کہہ رہی کہ کام نہیں دلا سکتی۔" سب کے منہ لٹک گئے۔

"نہیں نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے بلکہ میں جو کہنا چاہ رہی ہوں۔ اس کے بعد تو کام اتنا ملے گا کہ تم لوگ آرام کو ترسو گے۔ پیسہ اتنا ہو گا کہ اسے سنبھالنے کے لیے بھی ایک ملازم رکھنا پڑے گا۔"

"اچھا اچھا پھر تو جلدی کہیں۔"

"وہ اس روز میں کار پر آئی تھی ناں۔ میرے ساتھ میرے پروڈیوسر کزن کا چھوٹا بھائی بھی تھا۔ اسے آپ کی پروین پسند آگئی ہے۔ دروازہ اسی نے کھولا تھا ناں۔ کہتا ہے شادی کروں گا تو اسی لڑکی سے اور ان لوگوں

سے کہہ دو۔ بدلے میں ہر اچھے ڈرامے بنانے والے سے ملوادوں گا بلکہ اسٹار پلس پر بھی کام مل سکتا ہے۔"

"اچھا پروین کے لیے۔" اماں نے بھائی کی طرف دیکھا۔

"ہاں کردو آپا' پھر میرے لیے لڑکیوں کی کمی تھوڑی ہوگی۔" اس نے مونچھوں پر ہاتھ پھیرا اور گردن اکڑائی۔

"تو اور کیا پھر تو ہر ڈرامے کے ولن آپ ہوا کریں گے۔ خوب صورت لڑکیوں کے جھرمٹ میں راجا اندر۔" اب تو عائشہ کا سارا ڈر دور ہو چکا تھا۔

"چلو پھر مبارک ہو۔ چل اٹھ شیرے! مٹھائی لے کر آ۔"

"اچھا تو میں آپ کی جانب سے بات پکی سمجھوں؟"

"بالکل پکی۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"اچھا پھر ایک بات یاد رکھیں۔ ان کے والدین بڑے سادہ اور خاندانی سے لوگ ہیں۔ انھیں بالکل پتا نہیں لگنا چاہیے کہ آپ ڈراموں میں آنے کی وجہ سے پروین کی شادی ان کے بیٹے سے کر رہے ہیں بلکہ ڈراموں کے بارے میں تو بالکل بات ہی نہیں کرنی۔"

"اچھا ہوا تم نے بتا دیا۔ ہم تو اب منہ سے بھاپ تک نہیں نکالیں گے۔"

"چلو شکر ہے۔" عائشہ نے گہری سانس لی۔

"کیا مطلب شکر کس بات پر؟" ماموں نے بھنویں اُچکائیں۔

"میرا مطلب ہے یہ مرحلہ طے ہوا۔ میرے کزن نے تو میرا پیچھا ہی لے لیا تھا۔"

"ضرورت سے زیادہ اسمارٹ بنتا ہے لفنگا جیسے ہر بات کا مطلب اسے معلوم ہے۔"

پُر تکلف چائے پی کر جب وہ باہر نکلی۔ اسفند جیکٹ کے کالر چڑھا سر پر لیدر کی ٹوپی رکھے کسی ماہر جاسوس کی طرح چہرہ چھپائے اس کا منتظر تھا۔

"کیسا رہا؟" اسے دیکھتے ہی بے تابی سے پوچھا۔

"مرتے مرتے بچی ہوں۔" وہ سرد ہواؤں سے بچنے کے لیے چادر درست کرنے لگی۔

"اللہ خیر۔ کیا انھوں نے رشتہ منظور نہیں کیا؟"

"ویسے تو بڑے عقل مند بنتے ہو۔ یہ نہیں سمجھ سکتے۔ مرتے مرتے اگر بچ گئی ہوں تو یہی مطلب ہوا ناں کہ رشتہ قبول ہو گیا ہے' ناں کرتے تو ماری جاتی۔"

"اچھا جی' مان گئے آپ کی ذہانت اور اردو دانی کو۔ چلو اب بیٹھو۔ موسم بہت سرد ہو رہا ہے۔ تمھیں گھر پہنچا کر مجھے زلفی کی طرف بھی جانا ہے اور راستے میں مجھے تفصیل بتاتی جانا۔"

عائشہ کو گھر کے گیٹ سے کچھ دور اتار کر جب وہ زلفی کی طرف جا رہا تھا۔ ہوا رک گئی تھی اور لگتا تھا کچھ ہی دیر میں ہر سو دھند اتر آئے گی۔

وہاں سب ہی دوست موجود تھے اور اس کی آمد کے منتظر تھے۔

"ڈھولکی رکھو یار؟"

اس نے جاتے ہی کہا تھا اور کمرہ مبارک سلامت کے شور سے گونجنے لگا۔ طارق اور عطا نے زلفی کو گود میں اٹھا کر خوب اچھالا۔

"وے شیطانوں کیا ہوا ہے۔ کیوں گھر سر پر اٹھا رکھا ہے؟"

پھوپھی نے کمرے میں جھانکا اور دھاڑ کر وجہ دریافت کی۔

"آپ کے مُنڈے کا ویاہ ہونے والا ہے آپ کو کوئی خوشی ہی نہیں؟"

"آہ! خوشی کس بات کی۔ سارے ارمان مٹی میں رُل گئے۔ نہ تو گھر گھر جا کر لڑکیاں دیکھیں۔ نہ کوئی آیا گیا اور مجھے تو یہ لگتا ہے بارات کا استقبال بھی کوئی نہیں کرے گا۔ سوتیلی ماں کو بھلا کہاں کوئی چاہ ہو گا خالی ہاتھ لڑکی ٹور دے گی۔ میرا اکو اک پتر نک ہا۔"

پھوپھی دردناک انداز میں ڈائیلاگ بول کر واپس چلی گئیں اور اسفند چپ سا ہو گیا۔ اس کے بعد وہ زیادہ دیر بیٹھا نہیں۔ اچھا ہوا جو طارق کو اس کا چھوٹا بھائی بلانے آگیا۔ وہ اٹھا تو اسفند بھی ابو کی جلد گھر واپسی کا بہانا کر کے گھر لوٹ آیا۔

✻ ✻ ✻

"اسفند! آج تو بڑی جلدی آگئے۔ تمہاری ماں نے سبز چائے بنائی ہے۔ آجاؤ ادھر ہی بیٹھو، مل کر پئیں گے، باتیں بھی ہوں گی۔"

"نہیں دادی! آج باتیں نہیں ہو سکتیں۔ سر میں درد ہے۔" وہ اپنے کمرے میں آ کر الماری سے چیک بک نکالنے لگا۔

بڑا بھائی جرمنی میں تھا ابو کی بھی اچھی آمدنی تھی مگر اسے جو بھی ملتا تھا بڑے بھائی سے ہی ملتا تھا۔ گو کہ ابو کو لڑکا خراب ہو جانے کی بہت فکر رہتی تھی۔ جتنا اس کے لیے آتا اس میں سے آدھا ہی اسے دیا کرتے تھے پھر بھی اس کے پاس کچھ رقم موجود تھی۔ پھر وہ بال پوائنٹ اور نوٹ بک لے کر بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا، تم تو زلفی کی طرف گئے تھے۔ جلدی واپس آگئے اور بہت سیریس ہو رہے ہو؟" عائشہ کمرے کے دروازے سے جھانک رہی تھی۔

"ہاں آجاؤ، بیٹھو۔"

"کیا کر رہے ہو؟"

"حساب کتاب۔ زلفی کے گھر گیا تو بڑے جوش سے تھا مگر وہاں پھوپھی نے جو بات کی ہے اس نے دل برا کر دیا ہے کہہ رہی تھیں اک ہی بیٹا ہے اور وہ لڑکی سوتیلی ماں کے گھر سے بھلا کیا جہیز لائے گی، عائشہ! میں سوچتا ہوں، کچھ لوگوں کے نصیب میں دکھ ہی دکھ کیوں ہوتے ہیں، ہمارا معاشرہ اتنا ظالم اس قدر کٹھور کیوں ہے جس کے ماں یا باپ مر جاتے ہیں۔ اسے ہم ٹھوکروں پر رکھ لیتے ہیں۔ یہ بھی تو ہو سکتا تھا۔ سوتیلی ماں، بن ماں کی بچی کو اس لیے شفقت سے پالتی کہ ماں کی ممتا سے محروم ہو گئی ہے یا پھر پھوپھی اس لیے گلے سے لگا لیتیں کہ اتنی عمر اس نے ہواؤں کی زد پر گزاری ہے۔"

"ہاں۔ تم ٹھیک کہتے ہو، پتا نہیں ہمارے دلوں میں رحم کیوں نہیں ہے۔ مادی اشیاء انسانوں سے زیادہ اہم کیوں ہو گئی ہیں۔"

کہتے ہوئے عائشہ نے اپنے گلے سے سونے کی چین اتاری پھر کانوں میں پڑے ٹاپس اتارنے لگی۔ اور بولی۔

"یہ میری طرف سے ہیں۔ انہیں بیچ کر اس کے جہیز کی اگر کوئی چیز بن سکے تو بنا دینا۔"

"اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ میں یہی حساب لگا رہا تھا۔ کچھ رقم ہے میرے پاس۔ کچھ امی سے مانگوں گا۔ وہ کبھی انکار نہیں کریں گی شادی سے دو تین روز پہلے یہ جہیز زلفی کے گھر پہنچ جائے گا۔ بہت زیادہ تو نہیں ہو گا مگر شاید پھوپھی کی کچھ تسلی ہو جائے۔"

پھر ان دونوں نے ہی امی اور دادی سے بات کی۔ اسی وقت ابو بھی آگئے۔ ساری بات سن کر انہوں نے بڑے فخر سے اپنے بیٹے اور عائشہ کی طرف دیکھا اور

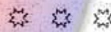
بولے۔
"جب ہمارے بچے نیکی کے اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں تو ہم کیوں پیچھے رہیں۔"
"وہ تو ٹھیک ہے مگر میرا خیال ہے زلفی کی ماں کو بھی سمجھانا چاہیے۔ جہیز لینے والوں کی حوصلہ افزائی کرنا بھی مناسب نہیں۔"
دادی کی رائے بھی اچھی تھی مگر اسفند کہنے لگا۔
"پھوپھی اگر آج سمجھ بھی جائیں تو اس کی کیا گارنٹی ہے۔ کل وہ پروین کو باتیں نہیں سنائیں گی ایک ایسی لڑکی جس کا آگے پیچھے کوئی نہیں۔ اس کے لیے ایسا رسک مناسب نہیں۔ ہاں اس کے بعد میں اور عائشہ جہیز کے خلاف مہم بھی چلائیں گے۔"
"تم اور عائشہ... مگر عائشہ تو چند روز میں فیصل آباد چلی جائے گی۔"
دادی نے یاد دلایا تو اس نے سر پر ہاتھ مارا اور ہنس کر بولا۔
"میں تو بھول ہی گیا تھا۔"
امی ابو نے سوچتی نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔



رشتہ طے ہونے کے سارے مراحل بخوبی طے پا گئے۔ پروین کے ہاں پھوپھی آسیہ اور ابا کی خاصی عزت افزائی ہوئی۔ خاطریں بھی خاصی کی گئیں جس سے پھوپھی کا آدھا ملال جاتا رہا۔
عائشہ نے ان لوگوں سے جہیز کے بارے میں پوچھا۔ پتا چلا وہ تو لڑکی کو چند جوڑوں کے علاوہ کچھ نہیں دے رہے۔ وجہ یہ بتائی کہ فی الحال ہم بہت غریب ہیں۔ بعد میں جب لڑکیاں کمانے لگیں گی۔ پیسہ آئے گا ہم جہیز بھی دے دیں گے۔
"یعنی ٹرخانے والا معاملہ۔" مگر انہیں بھی پروا نہیں تھی۔
اسفند نے ہی جلد شادی کا شور ڈال رکھا تھا۔ پھوپھی کو اتنی جلدی پر اعتراض تھا۔ "انہوں نے تو کچھ دینا دلانا نہیں مگر میرے تو سو ارمان ہیں آسیہ کے کپڑوں پر کام کروانا ہے اور میں نے اپنا نیا زیور بھی بنانا ہے۔"
"اور پھوپھی! دلہن کی بری آپ بھول رہی ہیں۔" اسفند نے یاد دلایا۔
"چل چھوڑ بھی۔ ایسی نازوں کی پالی ہے نا وہ کہ میں اس پر پیسہ برباد کروں۔ دو جوڑے بنا لوں گی اور زیور میں صرف جھمکے اور ایک انگوٹھی بس۔"
اسفند نے زلفی کی طرف دیکھا۔ وہ خاموش بیٹھا تھا اور ماں کے اس فیصلے پر اسے کوئی اعتراض بھی نہیں تھا۔
"تم بھی تو اچھا خاصا کماتے ہو زلفی! کچھ اپنے پیسوں سے ہی بنا لو۔"
"چل وے اسفی! تو ابھی سے ماں بیٹے کے درمیان دیوار اٹھا رہا ہے۔ تیرا میرا کر رہا ہے۔"
"اس میں دیوار اٹھانے والی بات نہیں پھوپھی! وہ لڑکی بہو بن کر آ رہی ہے یعنی گھر میں برابر کی حصہ دار۔"
"یہ گھر میرا ہے۔ کسی کو حصہ نہیں ملے گا جسے گھر چاہیے اپنا بنا لے۔" پھوپھی کی کٹھور دلی عروج پر تھی۔
"اسے بے آسرا مت سمجھنا پھوپھی! میں نے اسے بہن اور میرے والدین نے منہ بولی بیٹی بنایا ہے۔"
"اچھا تو پھر بہن اور بیٹی کے شگن بھی تو پورے کرو۔" وہ چمک کر بولیں۔
"ہاں ضرور کریں گے۔"
اتنے میں پڑوس سے ایک عورت آئی اور پھوپھی اسے لے کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔
"اتنا دکھی مت ہو اسفند! میرے دوست! میں نے اسے اپنایا ہے تو اب بے سہارا نہیں کروں گا۔ میں نے اس کے لیے زیور کا پورا سیٹ بنوایا ہے۔ تین چار بہت اچھے جوڑے بھی سلنے کو دیے ہیں اور میرے پاس کچھ رقم ہے اگر اماں نے اس کے ساتھ اچھا

سلوک نہ کیا تو اوپر ایک کمرہ ڈلوا دوں گا۔ مجھے پتا ہے مرد صرف ماں باپ کے ہی نہیں، بیوی کے بھی حقوق ادا کرتے ہیں۔ میں والدین کا ادب ضرور کرتا ہوں مگر اپنے فرائض سے غافل نہیں ہوں اور پتا ہے۔ آسیہ امی میرے ساتھ ہے۔ وہ کہتی ہے میری کوئی بہن نہیں ہے نہ سہیلی بھابھی سے دوستی رکھوں گی اور اماں کا دل اس کی طرف سے موم کر کے رہوں گی۔"

"تم نے تو میرے دل کا بوجھ ہلکا کر دیا زلفی! اور آج میں واقعی تم پر فخر کر سکتا ہوں۔"



شادی سے تین روز پہلے جب زلفی کے گھر رونق عروج پر تھی۔ آسیہ ڈھولک بجا رہی تھی اس کی سہیلیاں زور شور سے گیت گا رہی تھیں۔ جہیز آنے کی اطلاع ملی اور پھوپھی بے تاب ہو کر دروازے کی طرف دوڑیں۔

"ہائے ہائے اتنا سامان۔ لڑکی والوں کی ایسی اوقات تو نہیں لگتی تھی اور یہ کیا سامان لانے والا اسفند اور اس کے ابا ہیں۔"

"میں نے کہا تھا ناں پھوپی! وہ لڑکی میری بہن اور ابو کی بیٹی ہے۔ ہم تو خوش تھے۔ یتیم لڑکی کو ایسا گھر مل گیا ہے جہاں ماں بھی ہے باپ بھی مگر آپ تو اس کی آمد سے پہلے ہی ساس بن گئیں۔"

"بہن! ہم نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے پھر بھی کمی رہ گئی ہو تو معاف کر دینا اور لڑکی کو بیٹی بنا کر رکھنا۔"

ابو نے آگے بڑھ کر کہا تو پھوپھی نے اچانک رونا شروع کر دیا۔

"یہ لوگ تو اس کے کچھ بھی نہیں مگر اس کے لیے کیا کیا لے آئے ہیں اور میری تو وہ بہو بن کر آ رہی ہے۔ میرا کلیجہ کیوں پتھر کا ہو گیا ہے۔ بھائی صاحب! وہ اب میرے گھر کی عزت بن کر آئے گی۔ ہر شے کی سانجھے دار ہو گی۔ آپ یہ سارا سامان واپس کر دیں یا کسی اور غریب لڑکی کو دے دیں۔ پروین کو میں کبھی ایسا طعنہ نہیں دوں گی۔"

وہ روئے جا رہی تھیں۔ مگر ابو نے کچھ بھی واپس لے جانے سے انکار کر دیا اور بولے۔

"میں پروین سے مل چکا ہوں۔ وہ بہت معصوم، بڑی ہی نیک بچی ہے۔ اس کی قدر کرنا اور میں یہ سب واپس لے کر نہیں جاؤں گا بلکہ اس سے اس کا کمرہ سجے گا۔"

پھر سب دوستوں نے مل کر کمرہ سیٹ کر دیا۔ زلفی بہت شرمندہ تھا کہ ماں کی وجہ سے اسفند کو اتنی تکلیف اٹھانا پڑی اور اس کی طرف دیکھ کر ایک فخر بھی محسوس ہوتا کہ ایسا بے لوث انسان اس کا دوست ہے۔

ڈھولک بجتی رہی۔ لڑکیاں گیت گاتی رہیں۔ لڑکے کمرہ سجاتے رہے مگر پھوپھی اور زلفی کے ابا پتا نہیں کہاں غائب تھے۔ رات بارہ بجے وہ دونوں سامان سے لدے پھندے گھر میں داخل ہوئے۔ یہ سب پروین کی بری کے لیے تھا۔ عائشہ نے گھر واپس آ کر خوشی سے روتے ہوئے اسفند کے ابو کو بری کے سامان کے بارے میں بتایا تھا۔

"تم کیوں خوشی سے رونے لگیں۔ تمہارے لیے تو نہیں ہے۔"

اسفند بھی خوش تھا۔ ہنستے ہوئے کہنے لگا۔

"اس کے لیے تو اس سے بھی کہیں زیادہ آئے گا اور ہزار ارمانوں کے ساتھ آئے گا۔"

ابو نے عائشہ کے سر پر بہت محبت سے ہاتھ رکھا تھا۔ امی اور دادی بھی مسکرا رہی تھیں۔ ایسی معنی خیز مسکراہٹیں بھلا اسفند نہ پہچانتا۔ گہری سانس لے کر وہ طمانیت سے مسکرایا تھا اور سوچا تھا اللہ نے نیکی کا صلہ کتنا خوب صورت اور پائیدار دیا ہے۔

